

SS-37

ایس. قریشی
کی
سیکرٹس

A contact loved ones.

ایک رابطہ اپنوں سے
Aik Rabta Apno Se.



www.PakistaniPoint.Com

Siddiqui

ایس قریشی کی سیکرٹ سروس

۳۷



اس ناول کے تمام نام مقام کردار افراد واقعات۔ اور تشبیہ دی جانے والی چیزیں
فرضی ہیں کسی سے مطابقت محض اتفاق ہے جس کے لئے مصنف، پرنٹرز پبلشرز
ناشر، یا ادارہ ذمے دار نہیں۔

جلد حقوق نام پبلشرز دائمی طور پر محفوظ میں نقل کر لے ترجہ کو نے یا ظلم کر پٹ
کیلئے استعمال کرنے یا چھاپنے کیلئے پبلشرز کی تحریری اجازت لینے ضروری ہے
در ذیل قانونی چارہ جوئی کی جائے گی۔

ایجوکیشنل پریس میں حاجی عظمت حسین صاحب کی زیر نگرانی چھپ کر
شائع ہوئی۔

قیمت ۱۰/-

اپنی باتیں

اور اب ہر فانی جہنم ملاحظہ فرمائیے:-

اعلان تھا درندہ سے کی واپسی اور بلیک ہاؤس کا۔ مگر پیش خدمت ہے ہر فانی جہنم، اور
سرد جنگ، بہت سے قارئین کو اس تبدیلی پر حیرت ہوگی۔ مگر یہ آپ ہی کے خطوط کا نتیجہ ہے۔ دراصل
اصلی چہرہ اور بے چین دشمن کی اشاعت کے بعد بے شمار قارئین نے خطوط کے ذریعے اپنی اس بھنی
کا اظہار کیا تھا کہ ناول تشنہ ہی مجھے خود بھی اس کا احساس تھا مگر مصنف کی وجہ سے میں نے کہانی
بے چین دشمن میں ختم کر دی تھی۔

مگر اندازاً یہاں کچھ تھا کہ اگر قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں تو اس کے اگلے حصے لکھے جاسکیں۔
اور یہ ہی ہوا بھی کہ اصلی چہرہ اور بے چین دشمن کی اشاعت کے بعد جو خطوط آئے انھیں پڑھنے کے بعد
مجھے سرد جنگ اور ہر فانی جہنم لکھنے پڑے۔

ملاحظہ فرمائیے اور پھر مجھے سمجھنے کی یہ ناول کیسے رہے۔ اس بار عمران صاحب زیادہ
خوش قسمت واقع ہوئے ہیں کیونکہ پچھلے دو ماہ سے میری کوئی کتاب نہیں چھپی تھی اس خلا کو پُر
کر نیکے لئے پبلشرز صاحب نے عمران کے چار ناول مجاہد کی چوری، بلیک ڈیو، آسپی جیکو

اور لاہوتی آواز ایک ساتھ شائع ہو رہے تھے تاکہ گزشتہ دو ماہ کی غیر حاضری کا ازالہ ہو جائے، اب یہ تو آپ ہی بتائیں گے کہ کس حد تک دو ماہ کی غیر حاضری کا ازالہ ہو سکا۔ کاغذ دوسرے میٹرل کے دائرہ مٹنے ہی چلے جا رہے ہیں ہو سکتا ہے میں آپ سے ایک چوٹی کے اضافے کی درخواست کر بیٹھوں منتظر رہتیے۔

ایسے قریب

طیارہ آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا۔ پرومود نے تھڑل پر دباؤ بڑھا دیا۔ انجین کی آواز تیز ہوئی اور ہلکے سے جھٹکے سے طیارے کی رفتار بڑھ گئی۔ وہ خوفناک دلاڑی تیزی سے طیارے کے نیچے سے گزرتی چلی گئی جس نے پرومود کو سچان میں مبتلا کر دیا تھا۔ گلیشیر کی بریلی زمین اب بچھے رہ گئی تھی اور طیارہ ٹری تیزی سے ہواؤں کے دوش پر تیزو با تھا۔ نیچے نیلا پیکر اس سمندر پھیلا ہوا تھا اور بلیت سمت قطب شمالی کی نیچے بستر بریلی زمین۔

طیارے کے فضاء میں بلند ہونے کے بعد اس کے ساتھیوں نے ہو سکتا ہے اطمینان کا سانس لینا ہو مگر پرومود مطمئن نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس طیارے کے ذریعے تقریباً سو سو میل کا سفر طے کر کے دیت ہارا کے قریبی ٹروی ملک نہیں پہنچا جاسکتا اس سے قبل ہی مارشل پروموجو دلاڑی کا طیارے اسے گھیر لیں گے پھر یا تو اسے مارشل کے رن وے پر اتارنا پڑے گا یا پھر موت کو گلے لگانا ہوگا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ اس سے کوئی بھی صورت پیش

یہ عظیم ناول چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔ !

ایس قریبی کے سیکرٹ سروس

نات گرو

دو حصے قیمت فی حصہ دس روپے پچاس پیسے

ہنگاموں کا موجد

دو حصے قیمت فی حصہ دس روپے پچاس پیسے

نہ آتے۔ اس کا ذہن طیارے کی رفتار سے بھی زیادہ تیز چلنے سے سوچ رہا تھا۔
خدا کا شکر ہے کہ ہم گلشیر پر سے نکل آتے۔ .. دفعہ پانچویں کو عقب سے کامران کی
آواز سنائی دی وہ حجامے کب اس کے پیچھے لکھڑکھڑا ہوا تھا۔

”ہاں سر مجھے بھی امید نہیں تھی کہ تیار رہ اس دراط کو جو رگم کے ایک آف کر سکے گا۔“
 پر یود کو سید کی آواز سنائی دی اور اس کے تپلے تپلے لبوں پر مسکراہٹ کی باریک سی لکیر کھینچ گئی۔
 ”مرد سوت پڑی سمجھو کہ وہ کلشیر کے خطرے سے نکل آئے ہیں۔“ پر یود نے کہا۔

یعنی ابھی خطر جاتی ہے؟“ کامران نے پوچھا۔
 ”تم لوگ جہاز مارشل پر موجود فوجیوں کو کیوں بھول جاتے ہو۔“ پر مور نے کہا اور
 دو دونوں چونک گئے۔ ”جیسروں پر ایک رنگ آکر گزر گیا تھا۔“

”ان دونوں کو انسولین دیدی۔“ پر پوچھنے پر چھا۔
”جی ہاں دیدی گئی ہے۔“ سعید نے کہا۔

ان کا خیال رکھو۔ مپیو دئے کہا۔ کوشش کرو کہ وہ جلد از جلد ہوش میں آجائیں۔
 ان کی بیہوشی بہت طویل ہو گئی ہے۔ سر۔ کا مارن نے کہا۔
 ہاں۔ تھوڑی نے ان کو بیہوشی کی دوا دی تھی۔

”پھر اب کیا کیا جاسے۔ ہم،
دواؤں کے کہیں میں بچھو شاید کوئی ایسی دوا مل جائے جو ان کی بیہوشی کو دور کر سکے“
”جہیز“ کا نام نے کہا اور سیٹوں کو بچھرتا ہوا پچھنے کی سمت چلا گیا۔

”مازشل پر موجود جہازوں سے ہم کیسے بچاؤ کر سکیں گے۔ سر۔ ہم سعید نے پوچھا۔
میں بھی یہ ہی سمجھ رہا ہوں۔“ پر ہود نے جواب دیا۔

”ہمیں اس جہاز کے ذریعے کہاں جانا تھا۔؟“

”وہ بیت ہمارے قریب ایک دوست ملک میں۔“

یہ فاصلہ تو ڈیڑھ سو میل کے لگ بھگ ہے۔“ سعید نے کہا۔ ”اسے ہم کیسے
 طے کر سکیں گے۔“

مکن ہی نہیں ہے۔ یہود نے کہا: کوئی دم میں لڑا کا طیارے نہیں گھیر سگے۔

”پھر کیسے بچا جائیگا۔؟“

”میں برف پر لیٹ ڈنگ کرنی ہوگی۔“

”اس طرح ہیارہ تباہ ہو جائے گا۔“

”اس کے علاوہ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم ہارٹشل کے رن ورس پر بحفاظت

آترجائیں۔» پرورد نے کہا۔

”اس طرح ہم قیدی بن جائیں گے۔“

پھر؟ کوئی تیسری صورت ہو تو تم ہی بتاؤ۔؟

سواتے برف پہاڑوں کے کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ ” کچھ دیر تک غور کر کے

بعد سعید نے کہا۔

بالکل ٹھیک۔ پرمود نے کہا۔ میں نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے۔

لڑاکا طیارے کب تک یہیں آئیں گے۔

دس منٹ کے اندر اندر۔

سر۔ کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ ہم ان کو کچھ دیر تک ڈاج دیتے رہیں۔

تمہارا مطلب لڑاکا طیاروں سے ہے۔؟

”جی ہاں۔“

اس سے کیا ہوگا؟

میرے خیال سے ایک گھنٹے کے اندر اندر تاریکی چھا جائیگی اور اس تاریکی میں ہم آسانی سے مارشل کے لڑاکا طیاروں کو ڈلچ دیتے ہوئے نکل جائیں گے۔

ناممکن ہے۔ ”پرودے نے کہا“ وہ ریڈار سے ہمارا سرخ لگا سکتے ہیں۔ مارشل پر جدید ترین لڑاکا طیارے ہیں اور ممکن ہے ان کے پاس اندھیرے میں دیکھنے والے آلات بھی ہوں۔“

”پھر تو ہمارا اس طیارے کو حاصل کرنے کا مقصد ہی کوئی نہیں۔“ سعید نے کہا۔ ”فصل ہم نے اس کے حصول کے لئے جدوجہد کی۔“

شاید ہمارا خیال درست ہو۔ ”پرودے نے کہا۔“ اب تم طیارے کی تلاشی لو اور دیکھو کہ اس میں کس قسم کا سامان موجود ہے۔“

”بہتر۔“ سعید نے کہا اور وہ بھی لوٹ گیا۔

پرودے اس کے جانیے بعد طیارے کے دونوں ٹرانسمیٹر آن کر دیئے اور کمپاس پر لڑکائیں جمادیں۔ ویسے بھی وہ اب تک طیارے کو سمندر اور برفانی زمین کے ملنے سے بننے والی لکیر پر ہی اڑتا رہا تھا۔

کافی سوچ بچا کے بعد اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے برف پر ہی اترنا چاہیئے اس طرح بچے نکلنے کے، امکانات پچاس فیصد تھے جبکہ قید ہو جانیکے بعد یہ امکانات صرف پانچ فیصد رہ جاتے تھے۔

وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر وہ کسی طور پر فوجی چھوڑی ہوئی گاڑیاں حاصل کر لیں تو

شاید دشمن کی دسترس سے بچنے کی قوی امید نکل آئے۔ ورنہ فی الحال تو کوئی بھی بات یقینی طور پر نہیں کہی جاسکتی تھی۔

اس نے گھڑی پر نظریں دوڑائیں طیارے کو ٹمک آف کتے پانچ منٹ ہونی چاہئے اور اب تک وہ تقریباً نو سو میل کافی اصلے کر چکا تھا اسے حیرت تھی کہ اب تک مارشل پر موجود لڑاکا طیارے کیوں نہیں پہنچے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انھوں نے غیر اہم سمجھ کر ان کا پھینکا کہ نہ ملنا سبب نہ سمجھا ہو۔؟

مگر پھر اسے خود ہی یہ خیال متھکے خیزر لگا تھا۔ کیونکہ مارشل پر وہی موجود تھا۔ اور اس کی موجودگی میں ریڈار گفین فوجی اس کا پھینکا نہیں چھوڑ سکتے تھے تو پھر؟ وہ اب تک کیوں نہیں پہنچے؟

فضا آہستہ آہستہ دھندلانے لگی تھی۔ تاریکی پھیلنے میں تھوڑی سی تاخیر رہی تھی۔ اور تاریکی ان کے لئے اس حد تک تو معاون ثابت ہو سکتی تھی کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا کر اپنے چھپنے کے لئے پناہ گاہ کا انتظام کر لیں اس کے علاوہ اور کوئی فائدہ وہ تاریکی سے نہیں اٹھا سکتے تھے۔

کچھ سوچ کر اس نے طیارے کا رخ تھوڑا سا موڑا۔ اب وہ برفانی زمین پر اڑ رہا تھا اور اس کی نگاہیں برف کے ایک ایک اپنے حصے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ اس نے طیارے کا رخ زمین کی طرف جھکایا۔

اس طرح وہ قریب سے برفانی زمین دیکھ کر یہ اندازہ لگا تا چاہتا تھا کہ وہ کہاں طیارہ اتار سکتا ہے۔

تاریکی پھیلنے کے بعد طیارہ برف پر اتارنا ناممکن بن جاتا کیونکہ طیارے

میں متوجہ لائنٹ نہیں تھی اور تاریکی میں اس جگہ طیارہ اتارنا ایسا ہی تھا جیسے کوئی جان بوجھ کر خود کو موت کے منہ میں جھونک دے۔

جلد ہی اس نے ایک ایسا حصہ دیکھ لیا جہاں برف کی سطح کافی دور تک سہاٹی تھی اور وہ آسانی سے طیارہ اتار سکتا تھا چونکہ طیارے کے نچلے حصے میں اس کیلنٹر بھی نہیں تھیں اس لئے اسے کریش لینڈنگ کرنی پڑی اس نے سعید اور کاہلن کو آواز دی۔

”کیا بات ہے سر؟“ دونوں بڑی تیزی سے قریب آئے تھے پھر ہیک وقت دونوں کے منہ سے ایک ہی سا جملہ نکلا تھا۔

”کیا رہا۔ ہم پر مود نے پوچھا۔

”طیارے میں چار اسٹین گنیں، دو ٹیلیاں دستی بم چار اسکیئر، پولس انٹروڈوربین ایک عدد، دو ڈکالین دو پھاؤٹے۔ لیٹنی رسی کے چار ٹچے ایک وسیع حیطہ عمل والا ٹرانسمیٹر، کچھ نقشے، دو اڈوں کا ایک کمپس اور کچھ گرم کپڑے ملے ہیں۔“ سعید نے ایک ہی سانس میں بتا دیا۔

”ٹھیک ہے۔“ پر مود نے کہا۔ ”میں کریش لینڈنگ کرنے جا رہا ہوں

سب کو مطلع کر دو۔“

”بہت بہتر جناب۔“ سعید نے کہا اور مڑ گیا۔

”کیا طیارہ تیار ہو چکا ہے؟“ کاہلن نے پر مود سے پوچھا۔

”دونوں ہی صورتیں ہیں۔“ پر مود نے جواب دیا۔

”اس طرح ہم لوگوں کو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔“

”میں یہ ہی کو شش کر رہا ہوں کہ ہمارے آدمیوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔“ پر مود

نے کہا۔ ”ورنہ زخمی ساتھی مصیبت بن جائیں گے۔“

”بھر۔ اب کیا کرنا ہے؟“

”تم بھی جانا اور حفاظتی ٹی بی باندھ لو۔“

”بہتر جناب۔“ کاہلن نے کہا اور پر مود کے عقب میں تیسری قطار میں بیٹھ کر بلیٹ باندھنے لگا۔ پر مود طیارے کے ریڈار کی طرف مڑا۔ اس پر اب کسی اور طیارے کی آمد کا نشان نظر آ رہا تھا۔

پھر وہ ایک سے دو ہوتے دو سے تین۔۔۔۔۔ وہ چھ طیارے تھے جو بڑی تیزی سے اس کے طیارے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ پر مود کے رگ فیرے میں سنتی سی دوڑ گئی۔ لمحہ بہ لمحہ قریب آتے ہوئے لڑا کا طیارے اس کی خون کی گردش کو تیز سے تیز تر کر رہے تھے۔

اس نے طیارے کو غوطہ دیا اور پھر اس انداز میں اسے گھمایا کہ وہ زمین سے قریب ہوتا چلا گیا پھر سیدھا ہوتے ہی پہیوں نے زمین سے رگڑ کھائی اور طیارہ ایک جھٹکا کھا کر۔۔۔ اوپر اٹھا اور دوبارہ پہیے زمین سے ٹکرا کر اس سے چپک گئے اب طیارہ دھچکے کھاتا ہوا برف پر دوڑ رہا تھا۔

پھر وہ کسی چیز سے ٹکرایا اور ترمچا گھومتا ہوا رک گیا اس کا پایاں ونگ چڑھ رہا تھا۔ جیسے اس میں کہیں ٹوٹ پھوٹ ہو گئی ہو۔ پر مود نے ایجن بند کئے اور ہیڈ فون اتار کر طیارے سے باہر نکل آیا۔ فوراً ہی بریلی ہوا کا ایک جھونکا اس سے ٹکرایا اور اس کا پورا جسم کانپ گیا۔

ایک ایک کر کے اس کے سارے ساتھی اتر آئے تھے پھر پر مود کی ہلاکت

پر جہازیں موجود سامان بھی اتار دیا گیا۔ وہ لوگ ابھی طیارے کے بالکل ہی قریب تھے کیونکہ لڑاکا طیارے ان کے سروں پر گرتے رہتے تھے۔

شاید وہ دیکھ لیتے گئے تھے۔ اور پریمود سوچ رہا تھا اگر انھوں نے فائرنگ شروع کی تو وہ طیارے کی اسٹریکٹر موثر طور پر اپنا دفاع کر سکتے ہیں۔ طیارے گر جیتے رہتے اور وہ لوگ سامان اتار کر جہاز کے قریب ڈھیر کرتے رہتے۔ پروفیسر ساحل اور ڈوگلس شوخوف کے اسٹریکٹر بھی آگے نہیں رکھے گئے تھے۔ پریمود نے دور بین نکال کر دور سے دوڑتے چاروں اطراف کا جائزہ لے ڈالا۔

اس کے ذہن میں ایک خاص لائحہ عمل آیا تھا اور اگر وہ حتیٰ طور پر رویہ عمل اچھا تا تو اس بات کا تو فی امکان تھا کہ وہ دشمن کو کافی دیر کے لئے اپنے تعاقب سے جھٹک سکتے تھے۔ کیونکہ یہ بات اب پائیر شوٹ کو پہنچ چکی تھی کہ وہ دیکھے جا چکے ہیں۔ شاید مارشل سے اڑنے والے طیاروں نے بھی دیکھ لیا ہے۔ سر۔ کامران نے پریمود کے قریب آتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ پریمود نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ”وہ صرف ہمیں دیکھ چکے ہیں بلکہ انھوں نے اب تک وائر لیس پر مارشل کے کمانڈر کو اطلاع بھی کر دی ہوگی۔“

”مارشل یہاں سے کتنی دور ہوگا۔“

”تقریباً پندرہ میل کے لگ بھگ۔“

”گویا ان لوگوں کو کا پٹر سے یہاں پہنچنے میں دس بارہ منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔“ کامران نے خیال ظاہر کیا۔

”ہاں بشرطیکہ وہ اب تک روانہ ہو چکے ہوں۔“
”مگر سر۔ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔“ کامران نے پوچھا۔
”وہ کیا۔؟“ پریمود چونک کر بولا۔

”چیف نے مارشل پریمود لڑاکا طیاروں کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ کامران نے کہا۔ ”کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ لڑاکا طیارے تجربہ گاہ کے قریب واقع ایر فیلڈ سے آئے ہوں۔؟“

”نہیں۔“ پریمود نے منفی انداز میں سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔ ”چیف نے اطلاع نہیں دی تھی مگر میں جانتا تھا کہ مارشل پریمود لڑاکا طیارے ضرور ہوں گے۔“
”وہ کیسے۔؟“

”جس جہاز پر بارہ سو فوجی ہوں نصف درجن سیلی کا پٹر ہوں اور لٹھی اسلحہ بھی لدا ہوا ہو اور وہ ایک اہم حصے کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہو تو ناممکن ہے اس پر لڑاکا طیارے نہ ہوں۔“

”بات سمجھ میں آئی ہے سر۔“

”اگر مارشل پریمود لڑاکا طیارے نہ ہوتے تو اب تک کبھی کی چمکنا آیر فورس اس کے پرچھے اڑ چکی ہوتی۔“

”حیرت ہے چیف کی اطلاع میں اتنی بڑی خامی رہ گئی۔“

”خامی نہیں۔“ پریمود نے کہا۔ ”ممکن ہے ان کو اس بارے میں اتنی ہی اطلاع مل سکی ہو جتنی ہمیں مہیا کی گئی تھی۔“

”شاید آپ کا خیال صحیح ہے۔“

ٹھیک ہے۔ ”کاملن نے سر ہلا دیا۔
 ”میں طیارے میں جا رہا ہوں تم اس کے پاس سے سامان ہٹاؤ۔“ پریود نے کہا۔
 اور کاملن جواب دیتے بغیر ہی لڑ گیا۔ دو منٹ میں ان لوگوں نے جہاز کے اطراف سے
 سامان ہٹا لیا اور پریود ایک ٹارچ اور کمپاس لیچہ طیارے میں سوار ہو گیا اس نے اسکیئر
 کا ایک جڑی لٹی رکھ لیا تھا۔

طیارے کے انجن کام کر رہے تھے۔ اس نے طیارے کے دونوں انجنوں
 کو اسٹارٹ کر دیا۔

چند منٹ بعد طیارہ اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا پریود نے چلنے سے قبل کمپاس
 پر نظر ڈال کر سمت ذہن نشین کر لی تھی پھر وہ بے فکری سے طیارے کو سیدھا لے
 چلا گیا۔ ہر لمحہ اس کی نظریں کمپاس پر نہایت رہیں تھیں۔ اور ذہن اس کی سمت نوٹ
 کر رہا تھا۔

تقریباً دو میل کے لگ بھگ نکل آئیے بعد اس نے طیارہ روک دیا پھر
 جیب سے دو دستی بم نکالے اور ان کو طیارے کے انجن میں ڈلشیں بورڈ کے
 نیچے چھپانے لگا۔

اس کے بعد اس نے تاروں کی مدد سے ان دونوں بموں کو اس طرح سے
 سیٹ کیا کہ جیسے ہی کوئی طیارے کے انجن اسٹارٹ کرے اور دونوں بم برقی قوت کی وجہ
 سے پھٹ جاتے اور طیارہ تباہ ہو جاتا۔ طیارے سے باہر گرا اس نے اسکیئر باندھے
 اور کمپاس پر نظر ڈال کر اسی سمت بڑھنے لگا جس طرف سے آیا تھا۔ وہ بڑی تیزی
 سے سفر کر رہا تھا کبھی کسی رک کر ٹارچ کی روشنی میں کمپاس پر بھی نظر ڈالے

”اب تم ایک کام کرو۔“ پریود نے کہا۔ ”میں طیارہ یہاں ہے۔ کل سیدھا لے
 جا رہا ہوں ایک ٹارچ میرے ساتھ ہوگی جب طیارے والی سمت سے میں ٹارچ
 سے سنگنل دوں تو تم بھی ٹارچ جلا کر جوابی سنگنل دینا تاکہ میں راستہ ٹھیک کر دوں
 نکل جاؤں۔“

”عام سنگنل ہو گا۔“
 ”نہیں تم ایس بنا کر سنگنل دو گے جبکہ میں ابناؤں گا۔“
 ”لیکن آپ طیارہ کہاں لے جائیں گے۔“

”یہاں سے کافی دور۔“ پریود نے کہا۔ ”تاکہ جب وہ ہم پر یلغار کریں تو طیارہ
 کی وجہ سے ٹھیک جائیں۔“

”کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ آئیں گے؟“ کاملن نے پوچھا۔ ”جبکہ کچھ دیر بعد یہاں
 گہری تاریکی چھانے والی ہے۔“

”وہ تاریکی کچھ دیر کی ہو گی۔“ پریود نے کہا۔ ”اس کے بعد چاندنی کا دم اچالاف
 کو چمکا دے گا اور میں اس جہت سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔“

”پھر ٹھیک ہے۔ جیسا آپ کا حکم ہے وی کیا جائے گا۔“
 ”اپنے آدمیوں سے کہو کہ کچھ برفیں گہرے کڑھے کھودنے لگیں ان میں سے
 نکلنے والی برف ان ہی گڑھوں کے اطراف ایک دیوار کی صورت کھڑی کر دیں۔“

”یہ کیوں سر۔“
 ”پناہ کے لئے۔“ پریود نے کہا۔ ”بقیہ لوگ جب تک روشنی رہے جہاز کے آگے
 جانے کے نشانات مٹاتے رہیں مگر اتنی دور نہ نکل جائیں کہ راہ ہی ٹھیک جائیں۔“

لیتا تھا۔

کوئی دس منٹ بعد سے دور سے ایک طائرچہ کی روشنی نظر آئی اس نے بھی طائرچہ روشن کی اور اسے اُوکی شکل میں گردش دینے لگا۔ فوراً ہی سائنسے نظر آنے والی طائرچہ کی روشنی اندھیرے میں ایسے کا حروف بنانے لگی۔ پریمود کے منہ سے اطمینان کا سانس نکل گیا۔

وہ صحیح سمت میں آیا تھا۔ چند منٹ بعد وہ اپنے ساتھیوں میں تھا۔ پھر وہ نے اس کی تار دیتے اور دواؤں کے اس قبیلے کی طرف بڑھ گیا جو وہ ویت نام سے ساتھ لاتے تھے۔

پھر اس نے ہر ایک کو چار چار گولیاں طاقت اور جمائی گہمی کے لئے کھلائی تھیں چند منٹ بعد ان کے سر دھوئے ہوئے ہوتے جہم دھک اٹھے تھے۔

ان دونوں کا کیا کیا جاتے۔؟ کامران نے پوچھا اشارہ پر و فیسر ساجد اور ڈوگلس شوخوف کی طرف تھا۔ پریمود خود حیران تھا کہ یہ کسی بے ہوشی ہے جو اتنا وقت گزرنیکے باوجود وہ نہیں ہوتی۔

اگر عام قسم کی نیند ہوتی تو کبھی کے وہ ہوش کی دنیا میں واپس آجا چکے ہوتے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ روزی نے دھوکہ دیا تھا اور جس طرح اس نے پر و فیسر ڈوگلس شوخوف اور پر و فیسر ساجد کے منہ میں جینی ڈال کر ان کو موت کے قریب کر دیا تھا اسی طرح ہو سکتا ہے اس نے دونوں کو کوئی خواب آور دوا زیادہ مقدار میں کھلا دی ہو تاکہ وہ ہوش میں نہ آسکیں۔ ویسے بھی وہ سمات کا اظہار کر چکی تھی کہ پریمود کو

بلاخط فرمائیے۔ حصہ اول جین دشمن۔ حصہ دوم اصلی چہرہ، مصنف ایس قریشی

کامیاب ہوتا دیکھ کر اس نے ان دونوں کو مار ڈالنے کی کوشش کی تھی کیونکہ اسے یہی حکم ملا ہوا تھا۔ بہر حال جو کچھ بھی تھا ان کی زندگیوں کے لئے ضروری تھا کہ اب وہ ہوش میں آجاتے۔ دوسری صورت میں اسی بیہوشی میں وہ ہمیشہ کے لئے گم بھی ہو سکتے تھے۔ مگر ان کو ہوش میں کس طرح لایا جاتے۔؟

ابھی تک اس کو اتنا موقع نہیں ملا تھا کہ ان دونوں کا تفصیلی معائنہ کر کے یہ دیکھتا کہ وہ کس طرح ہوش میں لائے جاسکتے ہیں اور یہ کہ ان کے دواؤں کے کس میں... مسکن دواؤں موجود بھی ہیں یا نہیں۔ سوچ کی دنیا سے نکل کر وہ کامران سے بولا۔
ان کو بھی برف میں بنائی ہوئی پناہ گاہ میں لے چلو۔
کامران نے سر ہلایا اور دونوں اسٹریچروں کی طرف بڑھ گئے۔

لاہوتی آواز

مصنف، ایس قریشی

قیمت ۱- ۵/۵۰

- - آسیب سے ملنے۔ عمران کے کئی ماتحتوں پر اس کا سایہ پڑ جاتا ہے۔
 - - پھر جب خود عمران پر وہ آسیب چھپتا تو۔؟
- قبہوں اور کشت و خون سے بھرپور کہانی، آفت کی ثابت طباعت، حسین سرورق
آج ہی آرڈر روانہ فرما دیجئے

ان لوگوں کو ایک گھنٹے کے اندر اندر ہوش میں لے آئی، پریمود کی نظر سبھی سرسبز پرچوں پر جمی ہوئی تھیں گہرے سبز کسی اور جگہ صرف عمل تھا۔

وہ یہ سوچ رہا تھا کہ لڑکا طیاروں نے ان کو دیکھ لیا تھا اس کے باوجود اب تک وہ لوگ اُسے کیوں نہیں؟ یہی ہی کاٹیروں کی مدد سے وہ اس پورے علاقے میں فوجی آثار دیکھ سکتے تھے۔ نہ ہی آثار تھے تو وہ اس علاقے کو پوری طرح چیک کر کے ان کا سراغ لگا سکتے تھے۔ مگر ان کا نہ آنا پریمود کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ کاٹیروں کے ذریعے سے مارشل پریمود فوجیوں کو اس پورے علاقے میں پھیلایا جا رہا ہے ایسا اس وقت ہوتا جب کہ ان کے اُسے کی نگاہ زمین کے علم میں نہ ہوتی۔ پھر؟ یہ پھر ہی ایک سوالیہ نشان بنا ہوا تھا۔

”اب تک کسی دشمن کا پتہ نہیں ہے سر۔“ سعید نے کچھ دیر بعد کہا۔

”ممکن ہے وہ جہاز کے اُس پاس نہیں تلاش کر رہے ہوں۔“ کلارن نے جواب دیا۔

”اگر ایسا ہوا ہوتا۔“ پریمود نے کہا۔ ”تو ان کی نقل و حرکت ہم سے پوشیدہ نہ رہتی۔!“

”اے کلارن! آپ کا مطلب یہ ہے سر کہ اگر وہ جہاز تک پہنچتے تو ہمیں نظر آجاتے۔“ کلارن نے کہا۔

”یہ تو سمجھ لو۔ وہ جہاز تک جاتے تو کاٹیروں پر ہوا نہ کرتے ہوئے ضرور نظر آجاتے۔“

پریمود نے کہا۔ ”اس کے علاوہ ہم نے ایک پیڑ و میکس روشن کیا ہوا ہے اس کی روشنی بھی ان کو متوجہ کر سکتی ہے۔“

وہ لوگ اگر برف سے بچاؤ اور جسم میں مدافعتی قوت پیدا کر لیں تو گولیاں کھاتے ہوئے نہ ہوتے تو شاید اب تک برف پر ان کی کڑی ہوئی لاشیں ہی پڑی نظر آ رہی ہوتیں۔ برفانی علاقوں میں استعمال کیا جاتا ہوا لباس پہننے ہوئیے باوجود وہ اس طرح کانپ رہے تھے جیسے جاڑے سے بچنا چاہتے ہو۔

پھر یہ ان چار چار گولیوں ہی کا کمال تھا جو پریمود نے ان کو کھلائی تھیں کہ وہ سردی کی شدت سے بے نیاز ہو کر اس وقت برف کی پناہ گاہ میں آرام سے بیٹھے ہوئے تھے، سامان کی کیٹس آنا کر وہ اس پر بیٹھ گئے تھے۔ درمیان میں پریمو فیسر وگلکس شوخ و خفاہ اور پریمو فیسر ساجد کے اسٹر سچر تھے۔

پریمود نے زوار کے مشورے پر دو آؤں کے بکس سے دو تین دو تیاں ملا کر ان کا میکس پھر ہمارا ان دونوں کو پلا دیا تھا اور اب وہ نتیجے کے منتظر تھے۔ زوار کا کہنا یہ تھا کہ یہ دو

”پھر؟ کیا وہ چپ ہو کر بیٹھ گئے ہیں؟“ کلان نے پھر پوچھا۔

ایسا کئی نہیں ہے۔“ پرمود نے کہا۔ ”مگر ان کی خاموشی معنی خیز ضرور ہے۔“

ہو سکتا ہے سر وہ اس پورے علاقے کو گھیرے میں لے رہے ہوں۔“

”شاید۔“ پرمود نے کہا۔ ”وہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ مارشل پراچی خاصی تعداد میں

فوجیوں میں پھرا سکا اور ذرا کچھ کسی چیز کی ان کے پاس کمی نہیں ہے۔“

پھر تو ہم اسے اپنی خوش قسمتی ہی سمجھ سکتے ہیں سر کر وہ اب تک ہماری راہ پر نہیں

لگ سکے۔۔“

خوش فہمی میں مدت رہنا۔“ پرمود نے کہا۔ ”وہ بیٹھریوں کا غول ہے اور اس غول

میں اس وقت ایک درندہ بھی ہے۔“

”آپ کا اشارہ کلر ٹیڈ کی طرف ہے سر؟“ کلان نے پوچھا۔

”ہاں۔ جب تک وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے دشمن ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔“

مگر اس کو ہماری یہاں موجودگی کا علم کیسے ہوا ہو گا؟“

”یہ تو دیکھ ہی بنا سکتا ہے۔“ پرمود نے کہا۔ ”وہ ریڈر گلف کا ڈیٹیل اسکاٹ اور

انسپیکٹر ٹرے کے بعد نمبر ون اور خطرناک ایجنٹ ہے۔“

”لیکن کیا ہم اس بر فانی جہنم سے کبھی باہر نکل سکیں گے سر؟“ سعید نے پوچھا۔

اور اس کے اس سوال پر وہ سب ہی پرمود کی شکل دیکھنے لگے یہ سوال ان سب کے ہی

ذہن میں گزرتا تھا اس وقت سے جب اسے انھوں نے طیارے کو چھوڑا تھا اور

ان کو اصل حقیقت کا احساس ہوا تھا کلان کے پاس قطب شمالی کے اس بر فانی جہنم سے نکلنے

کا کوئی ذریعہ نہیں ہے اور ریڈر گلف جیسی بڑی طاقت کے وسیع ذرائع رکھنے والے فوجی اور

سیکریٹ ایجنٹ ان کی راہ پر ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اس وقت ریڈر گلف ہی

کی حدود میں ہیں۔“

”میں نے مایوس ہونا نہیں سیکھا۔“ پرمود نے کہا۔ ”میرا اصول ہے کہ موت تو گلے

لگاتے وقت بھی اگر انسان اپنے ہوش و حواس پر قابو رکھے تو بچ نکلنے کی سبیل ضرور

نکل آتی ہے۔“

”کیا آپ یہاں بھی پیرامیڈ ہیں۔“ یہ سوال زوار نے کیا تھا۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ

زوار نے اس سے سوال کیا تھا اور نہ اب تک وہ لوگ اس کے حکم کی تعمیل چوں و چراں یا

کیا کیوں اور کیسے کے فوجی ہی کرتے رہے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ مشینی انسان ہو

اور پرمود کے ٹن دبانے پر حرکت میں آجاتے ہوں۔

انھوں نے اپنے ساتویں ساتھی نذر جان کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھا تھا۔ نہ ہی

اس وقت کسی رد عمل کا اظہار کیا تھا جب مقابلے کے دوران ان کے تین ساتھی مارے

گئے تھے۔

وہ کٹھ پتلیوں کی طرح اس کے احکامات کی تعمیل کرتے رہے تھے اور اس وقت

زوار کا سوال ان کو ایسا ہی لگا تھا جیسے کوئی پتھر کا مجسمہ بول پڑا ہو۔

”ہاں۔“ پرمود نے ایک غمزہ و یقین سے کہا۔ ”میں نے نامید ہونا نہیں سیکھا۔“

دارا ملاحظہ فرمائیے: حصہ اول، بے چین دشمن، حصہ دوم، اصلی چہرہ۔

دارا اس کیلئے ملاحظہ کیجئے: خطرناک طور، آپریشن اسپاٹے، موت کا تجربہ، ایس جی ایم، بلیک مشن
تھری سیکس پیڈ کو آر ٹر، بلو کمانڈر، ہیونڈ آف بلو کارنیا اور ہل آف ٹوئید، مصنف، ایس فزیشن

لے پوچھا۔

اور اس کے اس سوال پر سعید اور کاملان چو کہنے ہو گئے۔ ان کو حالات کی سنگینی کا احساس ہو گیا تھا اور وہ اس انداز میں چاق و چوبند ہو گئے تھے کہ زوارہ یا اس کے کسی ساتھی کے حرکت میں آنے سے پہلے ہی ان پر قابو پاسکیں۔ اس نئی سچویشن پر ان کے دل تیزی سے دھڑک اٹھے تھے۔

”ہم نے آپ سے آپ کا ساتھ دینے کے سلسلے میں معاہدہ کیا ہے اور منہ مانی رقم حاصل کی ہے۔ اس لئے انی زبان اور معاہدے کا پاس کرتے ہوئے آپ کا پورا پورا ساتھ دیں گے مگر..... وہ بات کرتے کرتے خاموش ہو گیا وہ سب ہی اس کے بولنے کے منتظر تھے۔

”مگر کیا؟“ چند لمحے کی خاموشی کے بعد پرمود نے ان سے پوچھا۔

”مگر یہ کہ ایک طریقہ تو وہ ہوتا ہے کہ آدمی دل و جان سے کوئی کام کرتا ہے اس میں آخرت کا لالچ شامل نہیں ہوتا اور دوسرا طریقہ وہ ہوتا ہے کہ آدمی آخرت کے لالچ میں مقررہ وقت تک کام کرتا ہے اور نتائج کی ذمے داری نہیں اٹھاتا۔ اگر میرے سوال کا جواب نہیں ملا تو ہم آپ کا ساتھ تو دیں گے مگر وہ دوسرے طریقے کار کے مطابق ہوگا۔“

”ہو نہ۔“ پرمود نے سر ہلایا چند لمحے سوچا رہا پھر بولا۔ ”ہمارا تعلق بلکہ انہی سے ہے۔“

”تو یہ خیال صحیح نکلا۔ زوارہ ٹہر گیا۔

”کیسا خیال۔“ پرمود نے پوچھا۔

”یہی کہ آپ بلکہ انہی ہیں۔“

مجھے یقین ہے کہ اس جگہ سے ہم لوگ صحیح و سالم نکل جائیں گے اور ہمارا مشن کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔“

”آپ کے مشن کے بارے میں ہم لوگ پورے طور پر نہیں جانتے۔ زوارہ نے کہا۔ مگر اب تک جو کچھ پیش آتا رہا ہے اس سے یہ اندازہ باآسانی لگا سکتے ہیں کہ آپ کا تعلق کسی ایسے ملک سے ہے جو ریڈ گلف کا مخالف ہے۔“

”تمہارا اندازہ ٹھیک ہے۔“ پرمود نے کہا۔

”اور آپ اور آپ سے دونوں ساتھی سلیکٹ ایجنٹ ہیں؟“

”یہی ٹھیک ہے۔“

”اب میں صرف یہ جانتا ہوں گا کہ آپ کا تعلق کس ملک سے ہے۔“

”اس کی وجہ۔“

”میں صرف انہی معلومات کے لئے پوچھ رہا ہوں۔“

”یہی سوال تم ویت نام اور سوم دیت سے روانگی کے وقت بھی پوچھ سکتے تھے؟“

پرمود نے زوارہ کو گھورتے ہوئے کہا۔ ”خاص طور پر اس وقت پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟“

”اس کی وجہ ہے۔“

”وہ کیا؟“ پرمود نے پوچھا۔

”پہلے آپ میرے سوال کا جواب دیں۔ زوارہ نے کہا۔ اس کے بعد ہی میں آپ کو

کچھ بتا سکوں گا۔“

”اور اگر میں اس سے انکار کر دوں تب؟ تمہارا رویہ کیا ہوگا۔“ پرمود

یہ اندازہ کیسے لگایا۔؟

آپ کا چہرہ مجھ کو راجیشیا، بلگار، نیر اور کفرستان میں سے کسی ملک کا باشندہ ظاہر کر رہا ہے۔ اگر آپ راجیشیا یا کفرستانی ہوتے تو ریڈ گلف کے خلاف کوئی کام نہیں کرتے جبکہ آپ کا ہر قدم ریڈ گلف کے خلاف اٹھتا رہا ہے اس لئے لامحالہ ہر کوئی یہی سوچتا کہ آپ کا تعلق بلگار، نیر سے ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ ریڈ گلف کا مخالف ہے۔

کافی ذہانت کا ثبوت دیا ہے یہ سوچ کر۔۔۔ پریمود نے کہا۔ ”بہر حال ایک کیا کہنا چاہتے ہو۔؟“

”یہ کہ میں دل و جان سے آپ کے ساتھ ہوں۔ نہ صرف میں بلکہ میرے دونوں ساتھی بھی۔“

”تو کیا پہلے نہیں تھے۔؟“ پریمود نے پوچھا۔

”پہلے جس طرح تھا اس کی وضاحت کر چکا ہوں۔“

”اب یہ صورت کیوں بدلی ہے۔“

”اس لئے کہ بلگار، نیر، مسلمان ملک ہے اسلام کا گہوارہ ہے اور میں اللہ والہ

مسلمان ہوں۔“

”کیا۔؟“ سعید کے منہ سے نکلا۔

”مگر۔۔۔ مگر تمہارا نام۔۔۔؟“ کلارن نے کہنا چاہا۔

”نام سے کیا ہوتا ہے۔“ زوار نے کہا۔ ”جیسا دل میں ویسا کہیں والا مسئلہ

ہے۔“

”یعنی تم مسلمان ہو۔؟“ کلارن نے سوال کیا۔

”کیا اب بھی تم کو شک ہے۔؟“ زوار نے کہا اور کلارن چھینپ گیا۔

”لیکن اس سے قبل تم نے ہمیں ایسا کوئی تاثر نہیں دیا تھا کہ تم مسلمان ہو۔“ پریمود

نے کہا۔

”اس کی ضرورت ہی کب پڑی تھی۔“

”بہر حال۔۔۔۔“ پریمود نے کچھ کہنا چاہا تھا مگر پھر پروفیسر ساجد کو سمجھانے دیکھ کر

وہ چونک پڑا۔ اور وہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”پروفیسر۔۔۔۔۔ پروفیسر۔۔۔۔۔“ پریمود نے آہستہ آہستہ پروفیسر ساجد کو

پکارا ایک دوبارہ ساجد کی آنکھیں کھلیں اور پھر بند ہو گئیں وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں پوری طرح سے کھول دیں اور اس کے ساتھ ہی پروفیسر ڈگلس شوخوف کے جسم میں بھی حرکت پیدا ہوئی تھی اور وہ کسمسانے لگا تھا۔

”کلارن اسٹوڈنٹ کا کافی بناؤ۔ شاید ہم سب ہی کو اس کی ضرورت ہے۔“ پریمود

نے کہا اور کلارن کٹیس سے آئل اسٹون نکالنے لگا۔ اسٹون کال کر اس نے جلیا اور ایک برتن

رکھ کر اس میں برف کے ڈالنے لگا۔

”پروفیسر ساجد ہوش میں آجائے۔“ پریمود نے ان کو ہلاتے ہوئے کہا۔

”مم۔۔۔ میں ہوش میں ہوں۔“ پروفیسر ساجد کے منہ سے نقاب ہٹ بھرے

ہیچے میں نکلا۔

”اب آپ کیا محسوس کر رہے ہیں۔؟“

”کمزوری اور سردی۔“

”لیجئے منہ کھولتے اور گولیاں کھا لیجئے۔“ پرمود نے کہا۔

”میں لگ... کہاں ہو؟“

”دوستوں میں۔“ پرمود نے کہا۔ ”لیجئے منہ کھولتے۔“

”دوستوں میں؟“ ساجد نے کہا اور منہ کھول دیا۔

پرمود نے ایک ایک کر کے گولی پیدا کر لے والی تین گولیاں ان کو کھلا دیں۔ پانی

پینے سے شاید پروفیسر نے توانائی محسوس کی تھی اسی لئے وہ ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھ کر

بٹھ گیا۔

پرمود پروفیسر شخوف کی طرف متوجہ ہو گیا تھا چند لمحے بعد پروفیسر شخوف

بھی پوری طرح ہوش میں آچکا تھا اور گولیاں اس کے بدن کا بھی جز بنی جا رہی تھیں۔ پھر

پوری طرح فارم ہیں آئے ہیں ان کو آدھا گھٹلہ لگا تھا۔

”اب آپ فٹ ہیں پروفیسر؟“ پرمود نے پوچھا۔

”ہاں۔ مگر میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو۔“ پروفیسر ساجد نے پوچھا ان

کے لہجے میں ایٹک تقابض باقی تھی۔

”آپ بھوکے ہیں پہلے کچھ کھالیں۔“ پرمود نے کہا۔

”نہیں میں کچھ دیر بعد کھاؤں گا پہلے میرے سوال کا جواب دو۔“

”آپ دوستوں میں ہیں۔“ پرمود نے پھر کہا۔

”ہم یہ جانتا چاہتے ہیں کہ ہمیں اس جہنم سے نکالنے والا کون ہے۔“ اس

بار پروفیسر ڈگلس شخوف نے پوچھا تھا۔

”میں کہہ چکا ہوں پروفیسر کہ آپ اپنے ہمدرد دوستوں میں ہیں کسی طرح سے

پریشان نہ ہوں۔“ پرمود نے تسلی آمیز انداز میں کہا۔

”پھر بھی میں یہ جانتا چاہتا ہوں کہ تم لوگوں کا تعلق کس ملک سے ہے؟“ پروفیسر

ڈگلس شخوف نے پوچھا۔ ”کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کنوئیں سے نکل کر کھائی میں جا پڑیں۔“

”ایسا نہیں ہے۔“ پرمود نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”آپ ریڈ گلف کے

مخالف گروپ کے ساتھ ہیں۔“

”مخالف گروپ تو چمچ بنی جاتی ہے۔“ ڈگلس شخوف نے کہا۔ ”مگر میں چمچ بننے والوں کے

ہاتھ لگنے سے یہ زیادہ بہتر سمجھوں گا کہ خود کشتی کر لوں۔“

”کیا ہم چمچ بننے لڑ رہے ہیں؟“ پرمود نے پوچھا۔

”نہیں۔ اگر نظر آئے تو پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔“ پروفیسر ساجد

نے جواب دیا۔

”مگر تم لوگوں کے چہرے جن مالک کی نشاندہی کرتے ہیں ہم ان مالک کے

قبضے میں جانا بھی پسند نہیں کرتے سوائے ایک مالک کے۔“ پروفیسر ڈگلس شخوف

نے کہا اور پروفیسر ساجد کی طرف دیکھنے لگا۔

”اس ملک کا نام؟“ پرمود نے پوچھا۔

”پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ۔“ ساجد نے تیزی سے کہا۔

”ہو نہ ہو۔“ پرمود چند لمحے سوچتا رہا پھر اس نے اس طرح سر ہلایا جیسے کسی

خاص نتیجے پر پہنچ گیا ہو پھر بولا۔ ”میرا تعلق بدکاری سے ہے پروفیسر ساجد اور

ملاحظہ فرمائیے حصہ اول بے چین دشمن، حصہ دوم اصلی چہرہ۔

جہاز مارشل کے عرشے پر اس جگہ جہاں سیلی پیڈ بنا ہوا تھا اس وقت چھ بی کا پٹر پر وڈ کے لئے تیار کھڑے تھے۔ ایک جانب فوجیوں کی قطاریں اسٹیشن کی پوزیشن میں کھڑی تھیں۔ وہ پوری طرح سے مسلح تھے۔

ان کے پاس اسلحہ کے علاوہ اسکیئر بھی موجود تھے اور جسم پر ہر فانی سفر سے متعلق پورا لباس۔ سیلی پیڈ کے بالکل نیچے دوسری منزل کے ایک کمرے میں ایک بڑے کین میں لمبی سیاہ ٹاپ والی مین کے گرد نو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ دو طرفہ دیواروں پر شیشے کے نقشے تھے جن کے پیچھے دو دھندلے روشنی جھلک رہی تھی۔ ان نقشوں پر مختلف قسم کے ایئر اسٹریٹ فیلگ لگے ہوئے تھے۔

ایک دیوار کے ساتھ مختلف قسم کی کمپیوٹر اور ٹرانسمیٹر جیسی مشینیں لگی ہوئی تھیں جن کے سامنے ٹپری ہوئی کرسیوں پر ایئر بٹمرول پر ہڈی فون لگائے ہوئے تھے۔ ان

شاید آپ میرے بارے میں جانتے ہوں یا سنا ہو۔ میں پریمود ہوں۔ کپٹن پریمود۔ ”
”کیا۔“ دفعتاً ایسا ہی محسوس ہوا جیسے پروفیسر ساجد اور ڈگلس شوخوف نے کوئی انہونی نمبر سن لی ہوا ان کے منہ حیرت سے کھلے کھلے رہ گئے تھے۔

”ہاں میں پریمود ہوں اور آپ کو دشمن کے قبضے سے نکال کر بلگار تیر لیا تا ہی میٹشن ہے۔“ پریمود نے بڑے اطمینان سے کہا اور پروفیسر ساجد اور ڈگلس شوخوف کے چہرے پر مسرت کی لہریں دوڑنے لگیں۔ چند لمحوں کے بعد پریمود کو دیکھتے رہے جیسے ساجد نے کہا۔

”مگر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم واقعی پریمود ہو اور تمہارا تعلق بلگار تیر سے ہے؟“

”یہ آئینہ لا وقت بتا دیکار پروفیسر۔“

”ہم لوگ اس گٹر جیسے بن کب تک رہیں گے۔؟“ پروفیسر ساجد نے پوچھا۔

”دوبارہ روشنی ہونے تک۔“

”دشمن کو ہماری خبر۔۔۔“ الفاظ پروفیسر کے منہ ہی میں رہ گئے کہیں قریب ہی کسی قسم کا دھماکہ ہوا تھا۔ وہ چونک پڑے پھر ان پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ آٹوں میں مشغول ہو کر کس پاس کے ماحول کو جھلا بیٹھے تھے۔ اسی لئے وہ سیلی کا پٹرول کی آوازیں بھی نہ سن سکے تھے۔

ایک سے زیادہ سیلی کا پٹر فضا میں منڈھلا رہے تھے ایک اور دھماکہ ہوا

اور پریمود نے جھپٹ کر پٹر وٹیکس لیمپ بجھا دیا۔

”آپ اس جہاز پر کب سے ہیں۔؟“

”عرصے چھ سال سے۔“

”اس چھ سال کے عرصے میں آپ کو تینک پتہ نہیں چل سکا کہ اس گلیشیر پر چمچہ نچا کا ایک

ہوائی جہاز حملے سمیت موجود ہے۔“

”ہاں یہ ہماری کوتاہی ہے۔“ برگنڈیر مارتھون نے کہا۔ ”ان لوگوں نے طیارے کو اس طرح

سے کیوں فالج کیا تھا کہ ہم اب سے پہلے کبھی اس کی موجودگی سے آگاہ نہیں ہو سکے۔“

”یہی وجہ ہے کہ وہ گرفت میں آنے کے بجائے فلز ہونے میں کامیاب ہو گئے۔“

”مگر وہ فلز کہاں ہوتے ہیں۔؟“ برگنڈیر نے کہا۔ ”بڑا کامیاب ہے اس کے پیچھے

جا چکے ہیں اور جلد ہی اس طیارے کو گھیر کر لے آئیں گے۔“

”مگر مجھے اس کی امید نہیں ہے۔“ وہ سنی نے کہا۔ ”اندھیل ہونے میں کچھ ہی دیر باقی ہے

اور اس کے بعد وہ طیارے کو کسی بھی طرف لے جانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔“

”ہمارے پاس ایسے آلات ہیں کہ اس طیارے کو اندھیرے میں بھی تلاش کیا جاسکے

گا۔“ برگنڈیر مارتھون نے کہا۔ ”وہ سچ کہہ جا نہیں سکتے۔“

”مجھے امید نہیں۔۔۔۔۔“ وہ سنی نے کہا ٹھیک اسی لمحے ایک آپرٹر برگنڈیر کے پاس

آیا اور اس نے ایک ٹاپ شدہ پریچس کی طرف بڑھادیا۔

”انھوں نے طیارہ برف پر اتار لیا ہے۔“ برگنڈیر مارتھون نے پریچس کی تحریر پڑھنے

کے بعد کہا اور وہاں موجود سب ہی افراد چونک پڑے۔

”کرش لینڈنگ۔“ ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا۔

”ہاں۔ مگر اطلاع کے مطابق طیارہ صحیح وصالم اتار گیا ہے اور وہ لوگ اس میں سے

نوا آدمیوں میں وہ سنی بھی شامل تھا۔ اور وہ کسی مسئلے پر بحث کر رہے تھے۔ وہ سنی کے چہرے

پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

ایسی سنجیدگی جیسی کسی جھوٹے چہرے پر اس وقت طاری ہوتی ہے جب

وہ بکری کے بچے پر جھپٹنے یا نہ جھپٹنے کی کشمکش میں مبتلا ہوتا ہے۔ انکھوں سے خون کی پیاس

جھلک رہی تھی۔

”ہمیں امید نہیں تھی کامرٹیدو سنی کہ وہ گلیشیر سے ٹیک آف کر جائے گا۔“ جہاز کا

کپتان کہہ رہا تھا۔ وہ ایک پچاس سالہ تجربے کا رٹیر فوجی تھا اور اس وقت برگنڈیر کے عہدے

پر تھا۔

جہاز کا کپتان ہونیچے علاوہ وہ اس میں موجود فوجیوں کا کمانڈر بھی تھا اس کی مدد کے

لئے دو کرنل۔ ایک لیفٹیننٹ کرنل اور چار کیپٹن بھی تھے۔

”میں آپ لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ وہ کیپٹن پرمودو ہے۔“ وہ سنی نے خشک لہجے میں

کہا۔ ”کیپٹن پرمودو جس نے ریڈ گلف کو بے حد نقصانات پہنچائے ہیں۔ ریڈ گلفین حکومت

اس کے خون کی پیاسی ہے اور ریڈ پول کی فائلیں اس کے کارناموں سے بھری پڑی ہیں۔“

”آپ کہنا کیا چاہتے ہیں کامرٹیدو سنی۔؟“ جہاز کے کپتان برگنڈیر مارتھون نے

پوچھا۔

”مہی کہ اگر وہ اتنی آسانی سے ہاتھ لگ سکتا تو کبھی کارڈ پول کی گرفت میں آچکا ہوتا۔“

وہ سنی کا لہجہ بدستور خشک تھا۔

”لیکن ہمیں اس بارے میں مکمل معلومات حاصل نہیں تھیں۔“ برگنڈیر مارتھون

نے کہا۔

اپنا سامان نکال رہے ہیں۔

طیارہ کس جگہ اتر رہا ہے۔؟ وہ سبکی نے بے تابی سے پوچھا۔

”یہاں سے تقریباً تیس میل کے فاصلے پر جنوب کی سمت۔“

”گویاں تجربے گاہ والی عمارت سے تقریباً ساٹھ میل جنوب مغرب کی طرف۔“

”ہاں تقریباً اسی سمت میں۔“

تب ہمیں ان لوگوں کو گھیر کر کچھ لینا چاہیے۔؟ ایک لیفٹیننٹ کرنل نے کہا۔

”وہ پوری طرح مسلح ہیں آسانی سے قابو میں نہیں آئیں گے۔“ وہ سبکی نے کہا۔

”ہمیں بہت ہوشیاری سے کا لینا ہو گا۔“

”آپ کے ذہن میں کچھ ہے تو بتا دیجئے تاکہ وہی منصوبہ زیر عمل لایا جاسکے“ ماڈرنو

نے کہا اور وہ سبکی بول پڑا۔

”آپ کے پاس اب یہاں کتنے کا پٹر ہیں۔؟“

”تیرہ کا پٹر ہمارے پاس ہیں چار تباہ ہو گئے ہیں۔“

”مگر۔“ وہ سبکی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”میری معلومات کے مطابق تو یہاں

کل چھ کا پٹر ہونے چاہیے۔“

”پہلے کبھی ہو کر تے تھے۔“ ماڈرنو نے جواب دیا۔ ”میں نے مارشل میں تبدیلیاں کر لی

تھیں جس کے بعد چھ کی جگہ میں کا پٹر ہو گئے اور مارشل پر رن وے بننے کے بعد

دس لڑاکا طیاروں اور دو مال بردار طیاروں کا اضافہ بھی ہو گیا۔“

”یہ تبدیلیاں ہوتے سے کتنا خرچ ہوا ہے۔؟“

”قریباً دو سال ہو گئے ہیں۔“

”پھر بھی حیرت ہے کہ آپ چم رنچا جہاز کا پتہ نہیں لگا سکے۔“

”ہمیں اپنے ریڈار پر بھی اس قسم کے سگنل ملے ہیں جیسے کوئی طیارہ پرواز کر رہا

ہو مگر وہ سگنل ایک آدھ سکنڈ ہی سناٹی دیتے اور اس کے بعد مدوم ہو جاتے تھے جس

کی بنا پر یہ خیال کیا جاتا رہا کہ کسی دور دراز روٹ پر سفر کرنے والے طیارے کو ریڈار نے

پکچھ کر لیا ہے۔“

”مگر اب آپ نے دیکھا کہ اس طیارے نے ہمیں کتنا بڑا نقصان پہنچایا ہے۔؟“

”جی ہاں۔ اور میں نے اس بات کی تحقیقات کا حکم دیدیا ہے کہ وہ جہاز یہاں کس

مقصد کے تحت چم رنچن حکومت نے رکھا ہوا تھا۔“

”گلیشنر توتباہ ہو گیا اس کے ساتھ ہی جہاز کے حملے کا کسبن بھی کس طرح سے

تحقیقات ہو سکی گی۔“

”کیبن کے ٹکڑے برف پر تیر رہے ہیں دو لاشیں بھی ملی ہیں اسی طرح کا غذات

بھی مل جائیں گے یا اسی کوئی چیز جس سے ان کے مقصد پر روشنی پڑ سکے۔“

”اس کا آسان طریقہ ایک اور ہے۔“ وہ سبکی نے کہا۔

”وہ کیا کام پڑو سبکی۔؟“

”ان کے مقصد کا پتہ آسانی سے لگ جائے گا بشرطیکہ ہم ان کے طیارے پر

قبضہ کر لیں۔“

”طیارہ کی بابت علم ہو چکا ہے کہ وہ برف پر اتر گیا ہے۔“ ماڈرنو نے کہا۔ ”اور ہم

اب آسانی سے اس پر قبضہ کر سکتے ہیں۔“

”آسانی سے قبضہ ہونا بہت مشکل ہے۔“ وہ سبکی نے کہا۔ ”وہ لوگ مسلح ہیں۔“

سخت مزاحمت کریں گے پھر اس بات کا اندیشہ بھی ہے کہ کہیں وہ جہاز کو تباہ نہ کر دیں۔
 ”اگر ان لوگوں نے جہاز تباہ کر دیا تو یہ ہمارے لئے مشکلات کا سبب بنے گا۔“ ماثر خوں نے کہا۔
 ”مجھے نکسمبرٹ رپورٹ روانہ کرنی ہے پھر میں کیا کروں گا۔“
 ”لیکن اب جب تک روشنی نہ ہو ہم کیا کر سکتے ہیں۔؟“
 ”ہمارے پاس ٹرمیسر شیل کافی تعداد میں موجود ہیں۔“ ماثر خوں نے کہا۔ ”برف کا ہر
 انچ کا حصہ روشنی سے جگمگاٹھے گا۔ اور اس روشنی میں ان لوگوں کو تلاش کرنا زیادہ
 مشکل نہ ہوگا۔“

”تو پھر کیا طے ہوا۔؟“
 ”ہمیں فوری طور پر بتائی ہوئی سمت میں چل دینا پڑے گا۔“
 ”تیاری کر لیجئے ہم پانچ منٹ میں روانہ ہو جائیں گے۔“ وہ سکی نے اٹھتے ہوئے
 کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ سب بھی اٹھ گئے۔ ماثر خوں نے آپرٹیر سے کچھ کہا تھا پھر وہ آپر
 جانے والے زنیوں کی طرف بڑھنے لگے۔

جس وقت وہ لوگ عرشے پر پہنچے ہیں ساری فضا مارشل کے ہڈڑکی
 جہدی آواز سے گونج رہی تھی اور فوجی ہیلی کاپٹر اور ٹرانسپورٹ طیارے میں سوار ہو
 رہے تھے۔

ماثر خوں نے دستی لاؤڈ اسپیکر پر وہاں موجود افسران سے خطاب کیا۔ ان کو روانگی
 کے بارے میں ہدایت دیں پھر وہ سکی اور دو کرنلوں کے ساتھ ایک ہیلی کاپٹر میں سوار
 ہو گیا۔ پانچ منٹ بعد کاپٹر فضا میں بڑی تیزی سے پرواز کر رہے تھے۔ ٹھیک دس منٹ
 بعد ان کو اطلاع ملی کہ وہ بتائی ہوئی جگہ پہنچ گئے ہیں۔

”ٹھیک ہے۔“ ماثر خوں نے کہا۔ ”اب چاروں اطراف میں پھیل کر ٹرمیسر شیل فائر
 کرتے رہو۔“

”اوکے سر۔“ اطلاع ”نیو لے“ نے جو کہ ایک کیپٹن تھا کہا اور واپس لوٹ گیا پھر
 شاید ایک ہی منٹ گزرنا ہو گا کہ باہر روشنی کی چمکا چوند ہوئی اور دھماکے ہوئے لگے۔ ہر
 دھماکے کے ساتھ وہاں روشنی پھیل جاتی تھی۔ پانچ منٹ کے اندر اندر دور تک کا علاقہ
 روشنی سے جگمگانے لگا۔

ایسا محسوس ہونے لگا جیسے سورج ہی نکل آیا ہو۔ وہ برف کے ایک ایک
 انچ حصے کا جائزہ لے رہے تھے۔

خود ماثر خوں اور وہ سکی کے ہاتھوں میں دو روئینیں تھیں۔ اور وہ گاہے گاہے
 جائزہ لے رہے تھے۔ مگر اب تک ان کو نہ تو جہاز کی نظر آیا تھا اور نہ ہی کوئی ذی روح۔
 ”کہیں ہم غلط جگہ تو نہیں نکل آئے۔؟“ وہ سکی نے کہا۔

”نہیں۔ جو اطلاعات لڑکا طیاروں نے دی تھی اور اس میں جس جگہ کی نشاندہی کی تھی
 ہم اسی جگہ آئے ہیں۔“

”پھر طیارہ کہاں غائب ہو گیا۔؟“

”مکان ہے وہ کچھ آگے بڑھ گئے ہوں۔“

”کہیں یہ سنا تو نہیں ہے کہ وہ دوبارہ ٹیک آف کر گئے ہوں۔؟“

”وہ طیارہ اب دوبارہ ٹیک آف کرنے کے قابل نہیں ہوگا۔“

”کیوں۔؟“

”ایسے طیارے کرش لینڈنگ کے بعد دوبارہ ٹیک آف کے قابل نہیں رہتے۔“

کر چکے ہوتے۔

”ممكن ہے۔ وہ ہماری طرف سے کسی اقدام کا انتظار کر رہے ہوں۔“
 ”شاید۔“ مائر نے کہا اور ٹھیک اسی لمحے کسی کا پٹر کی مشین گن گرجنے لگی گولیاں
 طیارے کے ارد گرد ویرف اڑتی ہوئی اس میں دھنس رہی تھیں۔ دوراؤند چلا سے
 گئے تھے مگر جواباً خاموشی ہی رہی تھی۔
 ”طیارہ خالی ہے۔“ دھسکی نے کہا۔

”ہاں۔“ مائر نے اثبات میں سر ہلایا پھر کیپٹن سے بولا۔ ”کا پٹر لینڈ کراؤ۔“
 ”یس کامر ٹیڈمر۔“ کیپٹن نے کہا اور ماتھ میں پکڑے ہوئے مائیک پر ہدایت
 دینے لگا۔

چند لمحے بعد ان کا کا پٹر طیارے سے کافی فاصلے پر اتر گیا۔ دوسرے کا پٹر بھی
 طیارے کے گرد اتر گئے تھے پھر اس میں سے فوجی نکلے اور انھوں نے طیارہ گھیر لیا۔ کچھ دیر
 انتظار کر کے وہ اپنا گھیر تنگ کر کے چلے گئے اس کے بعد وہ اندر گھس پڑے۔ مائر خواہر
 دھسکی اپنے کا پٹر کے پاس کھڑے ساری کاروائی دیکھ رہے تھے۔ فوجی اب طیارے کی
 تلاشی لے رہے تھے۔

ایک بیک دو دو ہما کے ہوتے، ہولناک دہماکے اور پھر طیارے سے اگلے حصے
 کے ٹکڑے اڑ گئے۔ آگ کا ایک گولا سا آسمان کی طرف لپکا پھر طیارہ دھڑا دھڑا طرے لگا۔
 فوجیوں نے بے تحاشہ مختلف اطراف میں فائرنگ شروع کر دی تھی وہ جہاز میں ہونیو اے
 دہماکے سے لو کھلا گئے تھے اور ای بو کھلا ہٹ کا نتیجہ تھا کہ وہ بجائے جہاز میں چھپے ہوئے
 اپنے ساتھیوں کو زکائیے کے لیے مدعا فائرنگ کرنے لگے تھے۔ پھر شاید ان کو ہوش آگیا

”ہونہر۔“ دھسکی نے پر خیال انداز میں سر ہلایا۔ پھر تو ان کو یہاں کہیں ملنا چاہیے۔
 ”اوہ۔“ وہ دیکھو کیا ہے۔؟“ دفعتاً مائر نے ایک سمت اشارہ کیا اور دھسکی کی
 دوربین بھی اس کی آنکھوں سے جا لگی کافی دور کوئی چیز چمکتی نظر آ رہی تھی۔

”میرے خیال سے یہ طیارہ ہی ہے۔“
 ”ایسا ہی لگتا ہے۔“ مائر نے جواب دیا۔ ”شاید طیارے کی باڈی یا شیشے ٹریسٹر
 کرڈشی میں چمک رہے ہیں۔“
 ”ہاں وہ طیارہ ہی ہے۔“ دھسکی نے کہا۔ ”اب میں اس کے پر صاف طور پر دیکھ
 رہا ہوں۔“

دوسرے دفعتاً وہی کیپٹن مائر کے پاس آکر ادب سے بولا۔ جس نے اس سے
 پہنچنے خبر پہنچائی تھی۔

کیا بات ہے۔؟“ مائر نے پوچھا۔

طیارہ مل گیا ہے جناب۔“

ٹھیک ہے ان سے کہو احتیاط سے اس کے گرد چکر لگا کر دیکھیں کہ اس میں کوئی موجود
 ہے یا نہیں۔ بقیہ ہدایت وہی ہیں جو چلتے ہوئے دی گئی تھیں۔“

”بمتر ہے کامر ٹیڈمر۔“ کیپٹن نے کہا اور واپس لوٹ گیا۔ چند لمحے بعد کا پٹر طیارے
 کے اوپر چکر کاٹ رہے تھے نیچے طیارہ خاموش کھڑا تھا اور اس میں زندگی کے کوئی آثار
 نظر نہیں آ رہے تھے۔

”شاید طیارہ خالی ہے۔؟“ دھسکی نے طیارے کا جائزہ لینے کے بعد کہا۔
 ”ایسا ہی لگتا ہے۔“ مائر نے کہا۔ ”ورنہ اب تک وہ لوگ فائرنگ شروع

تھا۔ فائزنگ بند کر دی گئی اور اب فوجیوں نے جہاز کو گھیر کر اس کے جام ہو جانے والے دروازے کو کلباڑیوں کی مدد سے توڑنا شروع کر دیا تھا۔ ایسی کلباڑیاں ان میں سے ہر ایک کے پاس تھیں۔

جہاز کے اندر سے خفیوں کی آوازیں آرہی تھیں، مائر خولے و سبکی کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کا عکس پڑ رہا تھا۔ اس عکس نے اس کے چہرے کو ایسا کر دیا تھا جیسے وہ انسان کی بجائے کسی درندے کا چہرہ رہا ہو۔

ستاروں کا پیغام

پرمود گنگوٹھے کے کنارے پرٹیا ہوا باہر دیکھ رہا تھا۔ ان کی جائے پناہ سے کچھ ہی فاصلے پر دھماکے ہو رہے تھے اور دھماکے کے ساتھ وہاں دن کی سی روشنی پھیل رہی تھی۔ فضا میں متعدد میلی کانپ کر رہے تھے۔ وہ تعداد میں کتنے تھے پرمود گنگوٹھے نہیں سکا اس لئے کہ وہ اطراف میں پھیلے ہوئے تھے۔

”حملہ ہو گیا جناب۔“ کامران نے پرمود سے کہا۔

”ہاں۔ مگر یہ خیال ہے وہ طیارے تک پہنچ چکے ہیں۔“

”یقیناً۔ اوہ فائزنگ بھی ہو رہی ہے۔“ کامران نے کسی آواز کو سنستے ہوئے

کہا۔!

”ہوئی بھی چاہیے۔“ پرمود نے کہا۔ اگر ان لوگوں نے طیارہ پالیا ہے تو اس میں داخل ہونے سے قبل وہ اپنا اطمینان ضرور کریں گے کہ وہ خالی ہے یا دشمن ہیں اس میں

اظہارِ کلیم۔
آپ کے ستارے کیا کہتے ہیں؟ مستقبل کے بارے میں قبل از وقت معلوم کر کے زندگی کو حسین تر بنائیے، آفسٹ پرچھپر شائع ہو گئی ہوئے۔

آج ہی طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی

۳ لیاقت آباد کراچی ۱۹

موجود ہیں اور یہ طینان فائزنگ سے ہی ہو سکتا ہے۔

”شاید مشین گنیں استعمال کی جا رہی ہیں۔“

”ہر کا پٹر میں بھاری مشین گن موجود ہے۔“

”لیجیے فائزنگ رک گئی۔“ کامران نے کہا۔

”اور کا پٹر بھی دور جا چکے ہیں۔“ پرمود نے کہا اور باہر نکل کر کھڑا ہو گیا مگر اب بھی

اس کا اندازہ ایسا ہی تھا کہ اگر کا پٹر واپس آتے تو وہ ان کے قریب پہنچنے سے قبل ہی پناہ گاہ

میں گھس جاتا۔

”میرے خیال میں کا پٹر نیچے اتر رہے ہیں۔“ کامران نے دور میں آنکھوں سے لگاتے

ہوئے کہا۔

چند لمحے کے لئے وہاں خاموشی چھا گئی تھی۔ پرمود نے بھی اس کی کسی بات کا جواب

نہیں دیا تھا۔ البتہ دور میں اب اس کی آنکھوں سے بھی لگی ہوئی تھی اور وہ شیشے ایڈجسٹ

کر رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ طیارے کی سمت دیکھتا رہا پھر بولا۔

”کا پٹر نیچے اتر چکے ہیں۔“

”ہم ان کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔“ کامران نے کہا۔

”شاید۔“ پرمود نے کہا۔

”کیا آپ مطمئن نہیں ہیں؟“

”نہیں۔“ پرمود نے کہا۔ جب وہ طیارہ خالی پائپ گے تو زیادہ شد و مد سے

ہماری تلاش شروع کر دیں گے۔“

”بات سمجھ میں آتی ہے۔“ کامران نے سر ہلا کر کہا۔

”اور اصل خطرہ ہمارے لئے اسی وقت پیدا ہو گا۔“

”پھر کیا صورت اختیار کی جاتے۔“

”ہمیں اپنی پناہ گاہ کے گرد برف اس طرح کھڑی کرنی ہے کہ وہ سوائے ٹیلے کے اور

کچھ نظر نہ آئے۔“ پرمود نے کہا اور کامران بول پڑا۔

”اس طرح تو ٹیلہ بالکل بند کرنا ہو گا۔“

”اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔“

”مگر کافی۔“ سعید نے ان کے پیچھے سے نکل کر کہا اس کے ہاتھ میں پلاسٹک کے دو

مگ تھے جن میں گسونتی ہوئی کافی تھی کافی سے نکلنے والی بھاپ اس وقت چہرے سے ٹکرا کر

باعث تسکین ثابت ہو رہی تھی۔ کامران نے مگ چہرے سے اور قریب کر لیا تھا۔

”مگر چہرہ سنسن لینے میں دشواری ہوگی۔“

”اس کے لئے ایک آدھ سو رانخ بنالیا جا رہا ہے۔“

”پھر ہمیں جلدی کرنی چاہیے۔“

”ہاں تم سب مل کر کام شروع کر دو۔ میں ذرا یہاں رکوں گا۔“

”اوکے سر۔“ کامران اندر گھس گیا اور پرمود دوبارہ دور میں رگڑا کر اس پاس کا

جائزہ لینے لگا۔ وہ ہمیشہ محتاط رہنے کا عادی تھا اور کسی بھی لمحے احتیاط کا دامن ہاتھ سے

نہیں چھوڑتا تھا۔

اس نے جہاں تک ہوسکا دور تک برف کی سطح کا جائزہ لیا تھا سپرفنایس کا پٹر

کو تلاش کرنے لگا مگر اسے آسمان بھی خالی ہی نظر آیا تھا صرف تارے چمک رہے تھے اور

مذہبی افق سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹنے لگی تھی، شاید چاند نکلنے والا تھا جائزہ مکمل کر کے

وہ بھی اندر پہنچ گیا۔ بہت سے خیالات اس کے ذہن میں گلبلا رہے تھے یہ خلیش بھی ذہن میں موجود تھی کہ اگر دشمن ان کا سرخ زبہ پاس کا تو کہیں ان کو تلاش کر نیسکے لئے وہ کتنے دے آئے۔ ایسی صورتیں ان کے لئے بچاؤ کرنا بہت مشکل ہو جاتا۔ اس کے علاوہ ایک صورت یہ بھی پیش آ سکتی تھی کہ دشمن ٹولیسوں کی شکل میں سیلج گاڑیوں پر سوار ہو کر ان کی تلاش شروع کر سکتا تھا۔

مگر یہ سب اسی وقت ممکن تھا جبکہ ان کے پاس سیلج گاڑیاں بھی ہوں اور سدھاتے ہوئے کتے بھی۔ اور یہ معلومات وہ پروفیسر ساجد اور پروفیسر وگلنس شوخوف سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔

دہی بتا سکتے تھے کہ تجربے گاہ یا اس کے قریب ترین ہیلی پیڈ پر اس قسم کی سیلج گاڑیاں اور کتے موجود ہیں یا نہیں اندر پہنچتے ہی اس نے پروفیسر ساجد سے سوال کر دیا۔ ”میرے علم میں نہیں ہے۔“ ساجد نے پیود کے سوال کے جواب میں کہا۔ ”کیونکہ مجھے بہت زیادہ پابندیوں میں رکھا جاتا تھا اور بار بار نہ کھنے کی آزادی نہیں تھی۔“

”بھیر۔؟“ پیود نے کہا۔ ”پروفیسر شوخوف، کیا آپ اس مسئلے پر کچھ روشنی ڈال سکیں گے۔؟“

پروفیسر شوخوف جو کہ ان ہی کی طرف متوجہ تھا بول پڑا۔ ”ہاں میں بتا سکوں گا۔ آپ جو چھنا چاہیں پوچھ لیں۔“

”کیا ان لوگوں کے پاس کتے اور سیلج گاڑیاں ہیں۔؟“

”ہاں۔ میں نے دیکھا ہے ان کے پاس دس آدمیوں اور چار آدمیوں والی دونوں قسم کی سیلج گاڑیاں موجود ہیں۔“

”ان میں کس قسم کے کتے ہوتے ہیں۔؟“

”وہ برفانی کتے ہیں اور راہلاری کے لئے سدھاتے ہوئے ہوتے ہیں۔“

”کیا ان کے پاس سرخ زبہاں کتے بھی ہیں۔“

”اس قسم کا کوئی کتا میں نے نہیں دیکھا۔“

”وہ تجربے گاہ میں ہیں آپ لوگ موجود تھے تباہ کی جا چکی ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی ایسی تجربے گاہ یا عمارت اس ایریجے میں موجود ہے۔؟“

”شاید ہے۔“ پروفیسر شوخوف نے کہا اور پیود چونک پڑا۔

”کس جگہ اور کس سمت میں۔؟“

”تجربے گاہ کے قریب ہی ایک سیلی پیڈ اور رن وے ہے اس سے کوئی ڈیڑھ کے فاصلے پر کٹری کا ایک چارکرے والا کین ہے اس کین کو چاروں طرف سے برف نے ڈھک

رکھا ہے یہاں تک کہ دروازوں پر بھی برف جمی ہوئی ہے۔“

”پھر وہ آمدورفت کیسے رکھتے ہیں۔؟“

”دروازے کسی قسم کے میکانزم پر ہیں ان پر چھانچ موٹی برف کی تہہ ہونیکے باوجود

وہ آسانی سے کھل جاتے ہیں۔“

”اندر کی طرف یا باہر۔؟“

”اندر کی سمت۔“

”وہاں کیا ہوتا ہے۔ اور عملے کی تعداد کیا ہے۔؟“

”ملاحظہ کیجئے حصہ اول بے چین دشمن حصہ دوم اصلی جہرہ۔“

”یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔“ پروفیسر شوخوف نے کہا، ”کیونکہ مجھے ایک کمرے میں رکھا گیا تھا اور وہاں سے کسی اور کمرے میں جانے کی اجازت نہیں تھی۔“

”پھر آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہاں صرف چار کمرے ہیں؟“

”مجھے جس کمرے میں رکھا گیا تھا اس کا نمبر چار تھا اور اس کے برابر والے کا ایک

جبکہ میرے کمرے کے برابر سے برف کی دیوار اٹھی ہوئی تھی اور ایک نمبر کمرے کے دوسری طرف بلادمہ اور کوری ڈور بنا ہوا تھا۔“

”نمبر چار پر حصے کے بعد آپ نے اندازہ لگایا تھا کہ وہاں صرف چار کمرے ہیں؟“

”ہاں۔ اور پھر وہاں موجود لوگوں کی گفتگو سے بھی یہی اندازہ ہوا تھا۔“

”آپ قطعی نہیں بتا سکتے کہ وہاں کیا ہوتا ہے؟“

”نہیں۔ البتہ وہاں جو کچھ ہوتا ہے اس کا تعلق مشینوں سے ضرور ہے۔“

”وہ کیسے؟“

”میں نے وہاں اس قسم کی آوازیں سنی ہیں جیسے کوئی بجاری مشین چل رہی ہو بلکہ

ایک سے زیادہ مشینیں چلنے کی گڑ گڑا ہٹ سنتا رہا ہوں۔“

”آپ وہاں کیسے لیجا تے گئے تھے؟“

”مجھے طیارے کو تباہ کرنے کا بہانہ بنا کر کاہلے کے ذریعے اس کیمین تک لیجا

گیا تھا۔“

”مگر تاہم بارش کا پانی نہیں کر سکتا۔“

”لمبی کہانی ہے۔“ پروفیسر شوخوف نے کہا۔ ”ان لوگوں نے مجھے طیارے میں

سوار ہی نہیں ہونے دیا تھا بلکہ ایر پورٹ کے ایک ہاتھ روم میں لے جا کر مجھے جھین

بدل کر بند گاڑی میں ایک فوجی ایر پورٹ لیجا گیا تھا۔ وودن وہاں رکھا گیا پھر فوجی طیارے

نے مجھے گرین لینڈ کے قریب ایک ایر پورٹ پر اتار دیا تھا وہاں سے سیلج گاڑی کے ذریعے

چار گھنٹے پر فلی زمین پر سفر کیا تھا جو کہ ایک میلی پیڈ پر ختم ہوا تھا وہاں سے میلی کاہلے نے مجھے

اس کیمین تک پہنچایا تھا۔“

”مگر جہاز تباہ ہونے کے بعد بچنے والے افراد نے بتایا تھا اور تصدیق کی تھی کہ

آپ اس جہاز میں موجود تھے اور مر چکے ہیں۔“

”مجھے بعد میں اس کیمین ہی میں تفصیلات بتلائی گئی تھیں۔“ پروفیسر شوخوف نے

کہا۔ ”جو کچھ بتایا گیا تھا اس کے مطابق ایک آدمی میرا لباس اور میک اپ کر کے جہاز میں

سوار کر دیا گیا تھا جسے لوگوں نے شوخوف کی حیثیت سے دیکھا تھا بعد میں طیارہ تباہ کر دیا

گیا۔ میری شکل اختیار کرنے والے کو بھی اس کا علم نہیں تھا کہ وہ طیارہ تباہ کر دیا

جاتے گا۔“

”ہو نہہ۔“ پیموڈ نے سر ہلا کر کہا۔ ”وہاں عملے کی تعداد کیا ہے؟“

”میں سے بھی زیادہ افراد وہاں موجود ہیں۔“

”آپ صحیح تعداد نہیں بتا سکتے۔؟“

”میں نے کہا نا کہ وہ ہمیں سے بھی زیادہ ہیں ہر وقت وہاں لوگوں کی آمد و رفت

لگتی رہتی ہے میں نہیں بائیس چہرے ہی شناخت کر سکا تھا۔“

”آپ کتنے دن وہاں رہے۔؟“

”چار دن تک۔“

”کیا آپ نے ان چار دنوں میں کوئی اندازہ نہیں لگایا کہ وہاں کس قسم کی مرگرمیاں

”جھاری ہیں اور یہ کہ وہ لوگ وہاں کیا کر رہے ہیں۔؟“
 ”نہیں۔“ پروفیسر شوخوف نے سر ہلادیا۔ ”مگر جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ انتہائی اہم
 ہے اور یہی خفیہ رکھا جا رہا ہے۔“
 ”ظاہر ہے خفیہ نہ ہوتا تو بھر مغرب شمالی میں کیوں انجام دیا جاتا۔؟“
 ”نہیں۔ میں نے کسی اور وجہ سے اسے خفیہ کہا ہے۔“

”وہ وجہ۔؟“

”وہاں سیکورٹی بہت سخت ہے۔ کم از کم چھ آدمی ہر وقت دروازے والے ہال
 میں موجود رہتے ہیں اور ہر ایک مسلح ہے اور ہر ایک کے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہیں۔“
 ”مگر چھ آدمی تو کوئی زیادہ نہ ہوتے۔“

”جس وقت ہماری سیلج گاڑی کیبن سے آدھے میل کے فاصلے پر تھی تو ہی جگہ
 بر فانی ٹیلوں میں بنے ہوئے لکڑی کے ایک آدمی والے کیبن سے فوجیوں نے نکل کر
 ہمارے اجازت نامے چیک کئے تھے۔ پھر کیبن کے قریب ایک ٹیلے کے عقب سے
 چار فوجیوں نے نکل کر ہمیں گھیرا تھا جبکہ دو مشین گنیں لٹے ٹیلے کے عقب میں
 رکے رہے تھے۔“

”اس کا مطلب ہے کہ اہمیت والا آپ کا نظریہ صحیح ہے۔“

”بالکل۔“ پروفیسر نے کہا۔

”پھر آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ وہاں بیس سے زیادہ آدمی ہیں۔“ پرمود نے کہا۔
 ”مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس چھوٹے سے کیبن میں کیا ہو رہا ہے جس کے لئے اتنے
 سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے ہیں۔“

”میں بھی کوشش کے باوجود نہیں جان سکا تھا۔“

”پھر آپ کو تجربے کا لے آیا گیا تھا۔؟“
 ”ہاں اور وہیں پر ساجد سے ملاقات ہوئی تھی۔“
 ”آپ برف بگھلانے والی تھیں پھر کام کر رہے تھے۔؟“
 ”ہاں۔ وہ اسی پر تجربہ بات کر رہے تھے۔“
 ”آپ سے اس سلسلے میں کس نے بات کی تھی۔؟“

”خود مارشل ڈریلیے نے۔“

”کیا آپ کو یقین ہے کہ مارشل ڈریلیے نے آپ سے بات کی تھی۔؟“
 ”ہاں سو فیصدی۔ وہ پہلے بھی مجھ سے بات کر چکے ہیں اس لئے میں ان کی آواز کو
 پوری طرح شناخت کر سکتا ہوں۔“

”بات فون پر ہوئی تھی یا۔؟“

”ٹرانسمیٹر پر۔ اور مارشل ڈریلیے نے مجھ سے قومی سلامتی کے نام پر کام کرنے کے لئے
 زور ڈالا تھا۔“ پروفیسر شوخوف نے بتایا۔

”اور آپ راضی ہو گئے۔؟“

”مجبوراً۔ میں نے ساجد کو بھی کہا تھا اور یہ طے کیا تھا کہ جب کبھی بھی موقع ملا ہم اس
 تجربے کا لے کو تباہ کر ڈالیں گے خواہ ہم خود بھی کیوں نہ مل جاتیں۔“

”اور اگر یہ موقع آپ کو تجربہ مکمل ہونے تک نہ ملتا ہے۔؟“

”تجربہ کبھی مکمل نہیں ہوا۔ ہم دونوں ہر بار کوئی نہ کوئی ایسی غلطی کر ڈالتے تھے
 جس سے تجربہ نامکام ہو جاتا تھا۔“

”جو جہاز چیمبرجی کی قطبی تجربے کا گاہ کے قریب گرتا تھا اس میں کسی مادے سے بھرے ہوئے ڈرم بھی ملے تھے کیا وہ وہی چیز تھی جس پر آپ تجربہ کر رہے تھے۔؟“

”ہاں۔ وہ وہی مادہ تھا۔ مگر وہ مادہ برف کو نرم تو کر سکتا تھا مگر پگھلانے کی طاقت اس میں نہیں تھی۔“

”اور ایسا اس لئے تھا کہ آپ دونوں اس کے مخالف تھے۔؟“

”بالکل۔“ ساجد نے جواب دیا۔ ”ہم دنیا کی تباہی کبھی نہیں چاہ سکتے اور یہی وجہ ہے کہ ہم اس تجربے سے ہٹنے والے تھے کہ اغوا کر لیتے گئے۔“

”میرا حال اب آپ ان کے قبضے سے آزاد ہیں۔“

”ہاں۔ اور ہم خوش ہیں۔“

”مگر۔“ پرود نے کہا۔ ”اصل خوشی اس وقت ہوگی جب ہم بلڈ گارنٹیہ پہنچ جائیں گے اور وہاں آپ کھل آزادی کا سانس لے سکیں گے۔“

”آزادی پر یاد آیا۔“ پروفیسر ساجد نے کہا۔ ”یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی۔؟“

”سرورسٹ تو کوئی ذریعہ نہیں ہے۔“

”پھر؟ ہم لوگ کیسے یہاں سے نکل سکیں گے۔“

”کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئے گی۔“

”تجربے کا گاہ سے ہم کتنے فاصلے پر ہیں۔؟“

”میرا خیال اگر غلط نہیں ہے تو ہم تجربے کا گاہ سے ساٹھ اور ستر میل کے فاصلے پر ہیں۔“

”سمت کونسی ہے۔؟“

”شاید جنوب مغرب۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم تقریباً بحر منجمد شمالی کے قلب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔؟“

”جی ہاں۔“ پرود نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

”یہاں سے نکلنے کے لئے ہمیں سیلج کی ضرورت پڑے گی۔“ پروفیسر شوخوف نے کہا۔

”بالسی کسی گاڑی کی جو بے حد تیز رفتار ہو۔“

”فی الحال ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔“ پرود نے کہا۔ ”مگر اس کے بجائے

مالوسی کا شاہینجی نہیں تھا وہ پر عزم اور پرجوش تھا۔“

”سر۔“ کامران نے کہا۔ ”کیا ہم اپنی برف گاڑیاں حاصل نہیں کر سکتے۔؟“

”وہ اب تک دشمن کے قبضے میں جا چکی ہوں گی۔“

”برف گاڑیاں۔؟“ پروفیسر ساجد نے چونک کر پوچھا۔

”ہاں چند برف گاڑیاں جن کے ذریعے ہم یہاں تک پہنچے تھے۔“ پرود نے کہا

اور ان دونوں کو تفصیلات سے آگاہ کر لے لگا۔ پروفیسر ساجد کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی اور وہ بولا۔

”اگر حقیقتاً برف گاڑیاں مل جائیں تو ہم یہاں سے بہت جلد نکل جائیں گے۔“

”کل روشنی ہونے پر ہمیں گے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔“

”فاصلہ جب اتنا زیادہ ہے تو وہاں تک کیسے پہنچا جائیگا۔؟“ پروفیسر ساجد

نے کہا۔ ”اور تم اس جگہ کو کیسے یاد رکھ سکو گے۔؟“

”کچھ نشانیاں لگاتا چلا جاؤں گا۔“

”برف پرگی ہوئی نشانیاں سراب کی حیثیت رکھتی ہیں۔“
 ”پھر کمپاس اور سمتوں کے تعین پر انحصار کرنا پڑے گا۔“
 ”کمپاس اگر دھوکہ نہ دے جائے تو تم واپس یہاں پہنچ سکو گے۔“ پروفیسر ساجد
 نے کہا۔ ”ورنہ اس برقانی جہنم میں ٹھککتے ٹھککتے ختم ہو جاؤ گے۔“
 ”میں اس بار سے میں سوچوں گا۔“ پرمود نے کہا۔ ”سروسٹ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ
 دشمن اب کئی جہاز کے گرد موجود ہے یا واپس چلا گیا؟“

”پھر باہر جاؤ گے۔“
 ”جاننا پڑے گا۔“ پرمود نے کہا اور ٹھککڑا ہوا باہر نکل کر جب اس نے جہاز والی سمت
 دیکھا تو چونک پڑا۔ دورین کے بغیر ہی وہ اس طرف سے اٹھنے والے شعلوں کو دیکھ سکتا
 تھا۔ اس کے تپلے تپلے لمبوں پر مسکراہٹ کی باریک سی لکیر کھینچ گئی۔
 وہ سمجھ گیا کہ اس کے رگات سے ہوتے محول نے جہاز میں دھماکہ کر کے آگ لگا دی
 ہے۔ شعلے آسمان سے باہر کر رہے تھے شاید اس کی پیٹول کی نئی کچھٹ گئی تھی۔

ایسے قماشے کی غمراہ سیریز

آسیبی چکر

مصنف۔ ایس قریشی

قیمت۔ ۵/۵۰

”گویا وہ لوگ نکل جائے ہیں کامیاب ہو گئے۔“ وہ سی ٹرپڑا ہوا تھا۔
 ”ایسا ہی لگتا ہے۔“ مائر خوں نے کہا۔ ”دوسری صورت میں وہ ہمیں یہاں ضرور
 مل جاتے۔“

”مگر اس سر جہنم میں کہاں جاسکتے ہیں۔“
 ”کہیں بھی جائیں۔ ہماری دسترس سے زیادہ دور نہ جاسکیں گے۔“ مائر خوں نے کہا۔
 ”ابھی کچھ دیر بعد چاند کی روشنی پھیل جاتے گی اور اس روشنی میں ہمارے آدمی ان کو
 با آسانی تلاش کر کے پکڑ لیں گے۔“

”جس جگہ ہم موجود ہیں۔ اس جگہ سے قریب ترین آبادی کتنی دور ہوگی۔“
 ”کم از کم ڈیڑھ سو میل۔“ مائر خوں نے کہا۔ ”ایک طرح سے ہم سینٹر میں کھڑے
 ہوتے ہیں۔“

گویا اگر وہ اس علاقے سے نکلنا چاہیں تو کاٹھیر، یا سیلیج گاڑیوں کی مدد کے بغیر نہیں نکل سکیں گے۔؟

”ہاں۔ پیدل وہ شاید زندگی بھر اس برف کے سمندر کو عبور نہیں کر سکیں گے۔“
”اگر وہ تجربے گاہ کی طرف نکل گئے تو۔۔۔ وہ سہی لے کہا۔ کیا وہاں سیلیج یا میرف گاڑیاں ہیں۔؟ اور وہ ان کو حاصل کر سکتے ہیں۔؟“

”اول تو تجربے گاہ میں کوئی سیلیج یا میرف گاڑی نہیں ہے۔“ ماٹرخو نے کہا۔ ”دوئم یہ کہ ان لوگوں نے تجربے گاہ کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔“
”کیا وہ سہی چور تھا۔۔۔“ کیا تجربے گاہ تباہ ہو گئی ہے۔

”ہاں۔ ان لوگوں کے فرار کے چند گھنٹوں بعد ہی وہ ایک دھماکے سے برف بوس ہو گئی تھی۔ اس کے ٹکڑے اب تک برف باری میں دفن ہو چکے ہوں گے۔“
”اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے پاس فرار کا صرف ایک چانس ہے۔“

”وہ کیا۔؟“

”وہ لوگ سوم دیت سے برف گاڑیاں لیکر یہاں آئے تھے اور تجربے گاہ کا کچھ انھوں نے انہی پر سفر کیا تھا۔“ وہ سہی لے بتایا۔

”حیرت ہے۔“ ماٹرخو نے کہا۔ ”تجربے گاہ والوں نے ان کو چیک نہیں کیا۔“
”کیا بھی ہو گا تو گاڑیوں کی آواز کو برف کے ٹوٹنے کا رد عمل سمجھا ہو گا۔“
”یہ ان کی بد قسمتی ہی تھی۔“ ماٹرخو نے کہا۔ ”ورنہ وہ توجہ دیتے تو اس آفت سے بچنا چنداں مشکل نہ ہوتا۔“

رہا ملاحظہ فرمائیے، حصہ اول بے چین دشمن، حصہ دوم اصلی چہرہ، مصنف اس۔۔۔

”ایک اچھا سا اینڈرل اچھا فوجی نہیں بن سکتا۔“ وہ سہی لے کہا۔
”بائسل ٹھیک۔“ ماٹرخو نے تائید کی۔ ”اگر فوجی ریڈار پر دلائل سنی جائیں تو ان کے بارے میں فوری تحقیقات ضرور ہوتی اور پھر اصل مسئلہ سامنے آ جاتا۔“
”اب ہمارے لئے ایک کام فوری نوعیت کا ہے۔“

”وہ کیا۔؟“

”تجربے گاہ کے آس پاس ان گاڑیوں کو تلاش کیا جائے جن میں یہ لوگ وہاں تک پہنچے تھے اور وہاں سے گشتی ترک گئے تھے۔“

”میں احکامات ابھی جاری کرتا ہوں۔“ ماٹرخو نے وہ سہی کا مطلب سمجھ کر کہا اور اپنے قریب کھڑے ہوتے ایک کرنل کو ہدایتیں دینے لگا۔ ادھر وہ سہی سوچ رہا تھا کہ ایسی صورت میں جب ان کے پاس سفر کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے وہ کہاں گئے ہوں گے۔ اور کس سمت ہیں۔؟ پیدل چلتے ہوئے وہ زیادہ دور نہیں جاسکتے تھے۔ مگر۔ اس کے ذہن میں کوئی غلطی سچی کوئی بات کانٹے کی طرح چمک رہی تھی۔ وہ کچھ بھول رہا تھا۔

”اگر ان لوگوں میں پروردہ ہوتا تو وہ اتنا زیادہ فخر مند نہ ہوتا۔ مگر پروردہ نے جس میں انداز میں اسے سوم دیت میں چڑھ دی تھیں وہ ایک طرف اس کی ذہانت کا ثبوت تھیں تو دوسری طرف اس کے زندگی بھر کے ریڈیوں کے ریکارڈ کو ضائع کر گئی تھیں۔ اس نے ہمیشہ بتایا تھا اصل کی تھیں۔“

”پروردہ کے مقابلے پرچہ اس لئے کامیابی حاصل کی تھی مگر یہ کامیابیاں ایسی ہی تھیں جیسے سانپ نکل جائیکے بعد لکیر ٹپینا۔ وہ اس کے تعاقب میں یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ اس کی ذہانت

رہا ملاحظہ فرمائیے، اس ناول کے حصے۔ اصلی چہرہ، بے چین دشمن، مصنف۔۔۔ ایس قشری

تھی مگر پڑوس میں طرح یہاں پہنچا تھا اس نے خود اس کو ششدر کر دیا تھا۔ سوم دیت میں اس نے تحقیقات کی تھی پھر وہاں سے وہ دیت پوائنٹ پہنچا تھا یہاں اس کے سفارت خانے نے ایک جال پھیل رکھا تھا۔

سوم دیت میں جو بڑی غیر ملکی جاسوس پہنچا وہاں کی خفیہ پولیس اس کی موجودگی سے آگاہ ہو کر اس کے بارے میں تمام معلومات ریڈ گلیفین سفیر کے ہاتھ فروخت کر دیتی اس طرح وہ لوگ مفاد نیلے سے دینچ میں غیر محسوس انداز میں ریڈ گلیفین ایجنٹ بنے ہوئے تھے، لہذا جب اس سے سوم دیت پہنچ کر سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا اور معلومات حاصل کیں تو یہ بات سامنے آگئی کہ وہاں عین آری قتل ہوئے ہیں اور تینوں کا تعلق سیکورٹی سے تھا۔ ان میں سے ایک دیت بار کی سیکورٹی کا آدمی تھا جو اپنے تین دیگر ساتھیوں کے ساتھ ہسٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔

اس کی لاش ایک اسٹور کے پچھلے حصے میں ملی تھی۔ مزید تحقیقات کے بعد یہ بات سامنے آگئی کہ لاشیں ملنے کے دو برسے دن صبح کو ایک مال بردار طیارہ غائب ہو گیا تھا۔ وہ طیارہ میورس ایئر سروس کا تھا اور بحراباتی پرواز پر گیا تھا پھر اس کا پتہ نہیں لگا۔ دوسرے دن ریڈ گلیفین حکومت کے ایک ریڈیائی نشریے سے پتہ چلا کہ بحر مندر شمالی اور ریڈ گلیف کی سرحدی ہادی والی پہاڑیوں میں اس گمشدہ طیارے کے جلے ہوئے ٹکڑے دیکھے گئے ہیں۔

دوسرے دن سمجھے ہوں مگر اس کے لئے اتنا اشارہ کافی تھا۔ ایک رات اس نے میورس ایئر سروس کے منیجر کو اس کے دفتر میں پکڑ لیا پھر تھوڑے سے تشدد کے بعد وہ منیجر کی زبان سے یہ اقرار کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ اس نے نو آدمیوں کو چھ گاڑیوں

اور دوسرے سامان سمیت گم ہو جانے والے طیارے میں جس کا ڈھانچہ پہاڑیوں میں ملا ہے ایک ٹری رفم کے بدلے میں بحر مندر شمالی میں پہنچانے کا معاملہ کیا تھا اور طیارہ جب ان کو لیکر گیا ہے تو اس کے بعد وہ واپس نہیں آیا اور یہ کہ وہ تباہ شدہ طیارہ ہی ان کو لے کر گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے منیجر کی زبان ہمیشہ کے لئے بند کر دی تھی۔ پھر اس نے ریڈ گلیف جانے کا انتظام کیا تھا۔

ریڈ گلیف کے دار الحکومت سے خصوصی انتظامات اور اجازت نامے کے بعد وہ مارشل تک پہنچا تھا مگر اس وقت تک پڑوس اپنے مشن میں کامیاب ہونیکے بعد پروفیسر شروف اور پروفیسر ساجد کے ساتھ اس گلیشیر تک پہنچ گیا تھا جہاں سے وہ طیارے کے ذریعے فرار ہو سکتے تھے۔

ایسا ہو چکا تھا کہ عین وقت پر مارشل گلیشیر کو کمر نہ مار دیتا۔ اس کی ٹکر سے گلیشیر ٹوٹنے پھوٹنے لگا تھا اور شاید طیارے کو کوئی نقصان پہنچ گیا تھا جس کی وجہ سے ٹھیک آف کر جانے کے باوجود طیارہ برف پر تالا گیا تھا۔ اور اب انجام اس کے سامنے تھا۔ طیارہ تباہ ہو گیا تھا اور وہ سب غائب تھے۔ کچھ سوچ کر وہ مارٹر خود کی طرف فرار تھا۔

اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ تباہ شدہ طیارے کے اطراف دور دور تک پھیل کر اسکیئر پھر چلنے یا پیرل چلنے کے نشانات تلاش کریں۔
 میں اس کے احکامات دے رہا تھا کہ وہاں پہنچا ہوں۔
 مارٹر خوں نے جواب دیا۔ میرے ذہن میں بھی یہ بات آئی تھی کہ وہ لوگ جہاز سے نکل کر آگے روانہ ہوتے ہیں تو ان کے قدموں کے یا اسکیئر سے چلنے کے نشانات ضرور رہتے ہوں گے۔

”روشنی اور کراؤ۔“ وہ سہی نے کہا۔

”ہاں روشنی ناکافی ہے۔“ ماثرخونے خود تائید کی اور ٹھیک اسی لمحے فضا میں پرواز کر نیوالے تھیں۔ کاپڑوں میں سے ٹرسیر شیل پھینکے جاتے گئے۔ اور وہاں روشنی پھرتیز ہونے لگی۔

کاپڑ کافی دور تک ٹرسیر شیل پھینکتے چلے گئے تھے اس طرح تقریباً دو مربع میل کا علاقہ روشنی میں نہا گیا تھا۔ وہ دور بین کی مدد سے دور تک پھیلے ہوئے فوجیوں کو آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔

”کیا رہا؟“ ماثرخونے ایک کرنل کے قریب آنے پر پوچھا۔

”کوئی نشان نہیں ملا جناب۔“

”دیا وہ زور مارشل والی سمت میں دو۔“ وہ سہی نے کہا۔ ”اگر وہ کہیں جا سکتے ہیں تو وہ سمت وہی ہو سکتی ہے جہاں انھوں نے گاڑیاں چھوڑی ہیں اور یہ سمت مارشل ہی والی ہے اور کوئی نہیں۔“

”بہتر کام ٹیڈ۔“ کرنل نے کہا اور واپس لوٹ گیا۔

”کیا تم ہمارے خیال صحیح ہے کرنل وہ سہی؟“ ماثرخونے پوچھا۔ ”کہ وہ گاڑیوں کے سمت گئے ہوں گے۔“

”سوفیصدی۔“ وہ سہی نے کہا۔ ”یہی تو سوچتے کہ وہ لوگ تجربے گاہ سے گلشیر تک کس طرح سے پہنچے ہوں گے؟ کیا پیدل؟“

”پیدل تو نہیں جا سکتے۔“ ماثرخونے پر خیال انداز میں کہا۔

”ہاں۔ جب ان کے پاس گاڑیاں موجود تھیں تو وہ پیدل کیوں جاتے۔“

”تو کیا اب بھی وہ اسی طرف گئے ہوں گے؟“

”سوفیصدی۔“ وہ سہی نے یقینی لہجے میں کہا۔ ”ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہے کہ وہ اپنی گاڑیاں حاصل کر کے ان پر سفر کریں اور بحیرہ منجمد شمالی سے نکلنے کے کوشش کریں۔“

”وہ اسکیلنز پر بھی سفر کر سکتے ہیں۔“

”سرمیل تک اسکیلنز کام نہیں دے سکتی۔“ وہ سہی نے کہا۔ ”کہیں بھی وہ نرم برف میں اپنے سوار سمیت غرق ہو جائے گی۔ اور میں کیپٹن پریموڈ جیسے زیرک آدمی سے اس بات کی توقع نہیں رکھتا کہ وہ ایسا احتمالہ خطرہ مول لے گا جبکہ اس کے پاس اس سے بھی بہتر راستہ موجود ہے۔“

”لیکن یہ خطرہ برف گاڑیوں کے ساتھ بھی موجود رہے گا۔“ ماثرخونے جلتے ہوئے طیارے سے نظر اٹھا کر کہا۔ ”اس علاقے میں نرم برف کی ایسی دلدلیں بھی موجود ہیں جو مارشل جیسے بڑے جہاز کو بھی اپنے اندر دفن کر سکتی ہیں۔“

”ان کے پاس تجربے گاہ تک پہنچنے والے راستے کا پورا پورا نقشہ موجود ہے اور وہ اسی پر سفر کرتے ہوئے واپس وہاں تک پہنچ سکتے ہیں جہاں میورس ایئر سروسز کے ٹرانسپورٹ طیارے سے وہ لوگ آئے تھے۔“

”ہاں کام ٹیڈ۔“ ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ”ماثرخونے کہا۔“ وہ لوگ بحیرہ منجمد شمالی کے اندر کسی ایسی جگہ آئے تھے جہاں سے وہ گاڑیوں پر سفر کر سکیں۔“

”ہاں۔ وقت کا حساب لگانے کے بعد یہ بات سامنے آئی تھی کہ وہ سووم دیت سے کوئی ڈیڑھ سولہ اندر کی سمت طیارے سے آئے تھے۔“

”اور طیارہ پہاڑوں میں تباہ ہوا ہے۔“
”ہاں۔“

”و جب وہ ڈیڑھ سو میل اندر آئے تھے تو پھر طیارہ کیسے تباہ ہو گیا۔“
”مکمل ہے اس میں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہو۔“
”اگر ایسا ہوا تھا تو انھوں نے کنٹرول ٹاور کو اس کی اطلاع کیوں نہیں دی۔“
”اس بار سے میں ملیر اپنا ایک نظریہ ہے۔“
”وہ کیا۔“

”کپٹن پریمو دجیساز میں آئی کسی کی ایسی شخص کو زندہ نہیں چھوڑ سکتا تھا جو اس
کے مشن کے لئے خطرہ بن سکتا ہو لہذا یہ بات سوچی جاسکتی ہے کہ اس نے ٹرینمیر خراب کر
ڈالے ہوں اور طیارہ میں کسی ٹائم بم کو اس طرح سیٹ کر دیا ہو کہ جیسے ہی طیارہ پہاڑی
علاقے میں پہنچے تباہ ہو جائے۔“
”ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔“

”میں نہیں یقینی طور پر ایسا ہی ہوا ہے۔“ ویسی کے لئے پرچش انداز میں کہل۔ اب میں
جتنا اس پر غور کرتا ہوں یہ نظریہ یقینی لگتا ہے۔ کیونکہ ہم مود کی جگہ اگر میں ہوتا تو میں
بھی یہی کرتا۔“

”اب اس نظریے کے روشنی میں طیارے کی تباہی کی اصل وجہ سامنے آگئی

ہے۔“

”مگر ہمارے لئے.....“ الفاظ ویسی کے منہ ہی میں رہ گئے کیونکہ اسی
لمحے ایک کرنل نے ان کے قریب آکر سیلوٹ کیا تھا۔

”ہاں کلمر ٹرینل کیا رپورٹ ہے۔“ ماثر خوں نے پوچھا۔
”جہاز مارشل والی سمت میں کچھ نشانات ملے ہیں۔“
”قدیموں کے یا سیکنر کے۔“

”جی نہیں کلمر ٹرینر۔ وہ نشانات طیارے کے پیہوں کے ہیں۔“
”کیا مطلب۔“ ماثر خوار و سکا دونوں ہی چونک پڑے تھے۔

”طیارے کے پیہوں کے نشانات ملے ہیں کلمر ٹرینر اور وہ اس طرف سے اسی طرف
آئیے ہیں اور جہاں جہاز تباہ ہوا ہے وہاں تک موجود ہیں۔“

”آگے کہاں تک ہیں۔“

”کوئی ایک میل تک نشانات ہیں اس کے بعد کوئی تیر نہیں ہے۔“

”کسی سیکنر یا قدیموں کے نشانات ملے۔“

”کسی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی کلمر ٹرینر۔“ کرنل نے جواب دیا۔ ”ہمارے آدمیوں

نے ایک ایک میل تک ہر سمت میں دیکھ لیا ہے۔“

”یہ کیسے ممکن ہے۔“ ماثر خوں نے بڑبڑایا۔ ”اگر نشانات نہیں ہیں تو پھر وہ کہاں گئے؟“

”ایک بار پھر کوشش کرو کلمر ٹرینل۔ روشنی ناکافی ہو تو ٹرینر سیریل استعمال کرو۔“

”وہ سکی نے کہا۔“ آٹھ آدمیوں کے چلنے کے نشانات ضرور کہیں نہ کہیں موجود رہوں
گے۔“

”کلمر ٹرینر تم نے ہر سمت بہت اچھی طرح سے دیکھا ہے۔“ کرنل نے کہا۔ ”مگر کسی
سمت میں کوئی ایسا نشان نہیں ملا جسے سیکنر یا افراد کے قدیموں کا سمجھا سکتا۔“

”جہاں سے طیارے کے نشانات شروع ہوئے ہیں اس کے آگے دیکھا۔“

”بالکل۔ دوہرے نمبر لائٹ تک چمک کیا ہے سوا سے ہر فانی ریمپوں کے قدموں کے
اور کسی بھی قسم کا کوئی نشان ہمیں نہیں مل سکا۔“
”تو پھر.....؟“ وہ ہنسی کے کہا۔ ”ان آٹھ آدمیوں کو برف کھا گئی یا
آسمان نکل گیا؟“

”میں کیا کہہ سکتا ہوں کالم ٹیڈ سر۔؟“ کرنل نے ادب سے کہا۔
”اب کیا کیا جاتے۔؟“ ماثر خوں نے پوچھا۔
”فوجیوں کو اسی جگہ چھوڑ دیا جاتے تاکہ وہ یہاں کی نگرانی کرتے رہیں۔“ وہ ہنسی
نے کہا۔!

”بے کار ہے۔“ ماثر خوں نے کہا۔ ”اگر وہ یہاں ہوتے تو نظر آ جاتے۔“
”تو پھر یہاں مرتح پوسٹ بنا دو۔“
”اس سے بہتر یہ ہے کہ چار ہیلی کاپٹر ان اطراف میں گشت کرتے رہیں۔“
ماثر خوں نے کہا۔

”ایسا کرو۔“ وہ ہنسی کے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
”اس کے ذہن میں ایک اور خیال آتا تھا اور وہ اسی کے بارے میں سوچ
رہا تھا۔ جیب ماثر خوں گشت اور روانگی کے بارے میں کرنل کو ہدایت دے چکا
تو وہ اس کی طرف مڑا۔

”مجھے تجربے کاہ کے پاس والی ایر فیلڈ پر اتار دینا۔“
”بہتر کالم ٹیڈ۔“
”ایک ایسا ٹرکسٹریٹری درکار ہوگا جس پر آپ مجھے حالات سے آگاہ کر سکیں

یا جب میں ضرورت محسوس کروں آپ سے رابطہ قائم کر لوں۔“
”وہ بھی آپ کو دہرایا جائیگا۔“
”وہاں ایر فیلڈ پر کمانڈر کون ہے۔؟“
”کالم ٹیڈ کرنل شید گاؤچ۔“

”میرے بارے میں ان کو احکامات ملے ہیں۔؟“
”یقیناً مل چکے ہوں گے کالم ٹیڈ۔ کیونکہ احکامات سب ہی کیلئے جاری کئے گئے
تھے اور وہ اس علاقے کی ہر پوسٹ کو مل چکے ہوں گے۔“
”ٹھیک ہے۔“ وہ ہنسی کے کہا۔ ”پھر چلا جاتے۔؟“
”بالکل اب ہاں یہاں رہنا بے کار ہے۔“

”جہاز کی تلاشی کا کیا رہے گا۔؟“
”اگ نے ہر چیز کو خاکستر کر دیا ہے۔“ ماثر خوں نے کہا۔ ”اگر کچھ بچا ہوگا تو وہ سولہ
گھنٹے بعد سورج کی روشنی پھیلنے پر دیکھیں گے۔“
”ٹھیک ہے۔“ وہ ہنسی کے گردن ہلا کر کہا اور وہ کاپٹی طرف بڑھنے لگے۔

لکیر وکلی جادو

اظہارِ تعلیم۔
قیمت: بارہ روپے
سوسے نامہ تصاویر سے مزین پامسٹری پر ایک نیا کتاب۔ اپنی زندگی
خوشگوار بنانے کے لئے اسے ضرور پڑھیے۔

۶۳
 کر لی جاتیں جس میں سفر کرتے ہوئے وہ پہلے تجربے کا گاہ اور پھر گلشیر تک پہنچے تھے اور اس کے لئے وہ چاہتا تھا کہ چاند کی روشنی میں جتنا زیادہ سے زیادہ فاصلہ ہو سکے وہ طے کر لیں کیونکہ چاند کی روشنی دو گھنٹے تک باقی رہتی اس کے بعد مدہم ہوتے ہوئے غائب ہو جاتی اور اسے امید تھی کہ اگر وہ تیز رفتاری سے سفر کرتے رہیں تو دو گھنٹے میں گاڑیوں سے اتنے قریب پہنچ سکتے تھے کہ پھر اندھیل پھیلنے کے بعد گاڑیوں تک پہنچنا ان کے لئے مشکل نہ ہوتا۔

پہلے اس نے تنہا اس طرف آنے کا پروگرام بنایا تھا مگر پھر پستلہ آڑ سے آیا تھا کہ چھ گاڑیوں کو وہ اکیلا کس طرح سے اسٹیج کر کے اپنے ساتھیوں تک پہنچا۔ اور مجبوراً اسے سب ہی کو ساتھ لیکر روانہ ہونا پڑا تھا۔

اس سے ایک فائدہ البتہ یہ ہوا تھا کہ پر مود کو اب یہ فکر نہیں تھی کہ کہیں وہ دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ جبکہ تنہا جانے میں دوبارہ ملاقات تک وہ فکر مند رہتا۔ لیکن اب دوسری الجھنیں سامنے تھیں۔

وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ گاڑی حاصل کرنے میں ناکام رہے تو کیا ہوگا۔؟ کسی ذریعے کے بغیر وہ اس برفانی جہنم سے نہیں نکل سکتے تھے۔ یہاں تو آبادی بھی نہیں تھی کہ وہ کوئی ترکیب کر کے رہتا۔ غذائی مسئلہ بھی جلد ہی اٹھ کھڑا ہونے والا تھا۔ ان کے پاس جو خشک غذائی وہ دو تین دن سے زیادہ ساتھ نہ دیتی اس کے بعد۔؟ یہ بھی ایک مسئلہ بن جاتی۔

اس برفانی سرزمین پر اب تک اسے کوئی جانور بھی نظر نہیں آیا تھا جبکہ برفانی کیکٹرے، برفانی رچھ اور برفانی یکر سے ان کو ملنے چاہیے تھے۔ جیھڑیوں کے ایسے

وہ لوگ چاند کی روشنی پھیلنے ہی روانہ ہو گئے تھے، جہاز سے ملنے والے سامان میں اس کیئرز بھی تھے اور اس وقت انہی میں سے دو اس کیئرز پر وفیسر ڈگلز شوخوف اور پر وفیسر سراجد کے کام آتے تھے۔

وہ لوگ ایک قطار کی شکل میں سفر کر رہے تھے۔ سب سے آگے پر مود تھا اس کے بعد سعید پھر زوار پھر پر وفیسر شوخوف اور پر وفیسر سراجد اسکے بعد زوار کے دونوں ساتھی اور آخر میں کاملن۔ وہ سب اس کیئرز پر سفر کر رہے تھے۔ پر مود نے پر وفیسر سراجد اور ڈگلز شوخوف کو ایک ایک کار بائین دیدی تھی اور اس طرح وہ لوگ پوری طرح مستعد ہو کر سفر کر رہے تھے۔

پر مود نے یہی پروگرام بنایا تھا کہ کسی طرح سے وہ گاڑیاں دوبارہ حاصل

خول بھی اس جگہ موجود ہونے چاہئے تھے جو سیکڑوں کی تعداد میں رہتے ہیں اور کوئی شرکار مل جاتے تو سب مل کر اسے چٹ کر جاتے ہیں اور بھوکے ہونے پر ایک دوسرے ہی کو بچھاڑ کھاتے ہیں۔

ان کی خوشخواری کی داستانوں سے کتابیں بھری پڑی تھیں۔ مگر ان کو تو اس بر فانی جہنم میں اپنے علاوہ اگر کوئی جاندار ملا تھا تو وہ تجھ پرے گاہ کا علمہ اور گلشنیہ پر جہاز کا علمہ تھا۔

اس کے علاوہ انہوں نے ابھی تک کسی اور کو نہیں دیکھا تھا۔ ویسے ان درندوں کا نظریہ آنا بھی ان کے لئے فائدہ مند تھا۔ کیونکہ اس طرح وہ بڑی خاموشی سے سفر کر سکتے تھے۔ جبکہ دوسری صورت میں ان درندوں سے مقابلہ کی صورت میں فائرنگ کرنا پڑتی اور کارہائیاں ان کے چلنے کی آواز دور تک سنی جاتی اور دشمن ان کی موجودگی اور سمت کا تعین کر لیتا۔ اور تعاقب شروع کر دیتا۔

پریمو کی ہدایت پر ان سب نے اپنے آپ کو ریشم کی ایک مضبوط اور لمبی ڈوری سے ایک دوسرے سے مربوط کر رکھا تھا۔

اور ایسا اس لئے تھا کہ اگر کہیں برف کی نرم ترین یا دلدل آجاتے تو ریشمی ڈوری میں جکڑے ہوئے ہونے کے سبب دلدل میں گر نہ والے کو بچا جاسکے۔ اور یہ کہ کوئی راہ سے ٹھک نہ سکے۔ وہ چلتے رہے۔ چاند کی تیز روشنی دور تک برف کو اجاگر کر رہی تھی اور ٹھوس برف کی سطح درحقیقت چاندی کی طرح چمک رہی تھی۔ اگر ان کے جسموں پر سفید لباس نہ ہوتا تو وہ سفید چمکتی برف پر میلوں دور سے دیکھے جاسکتے تھے۔ دقتاً پریمو چونک پڑا۔ اس کے حساس کانوں نے دور سے آنے والی کسی آواز

کو سنا تھا۔ یہ آواز اسی سمت سے ابھری تھی جس طرف سے وہ آتے تھے۔ پریمو نے اپنی تمام تر توجہ اسی طرف مبذول کر دی اور آنے والی آواز کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ بہت خفیف سی زن زن کی آواز تھی یا پھر سائیں سائیں کی آواز تھی جو ہوا کی لہروں پر تیرتی ہوئی اس کے حساس کانوں تک پہنچ رہی تھی۔

ایک ٹیلا سامنے دیکھ کر پریمو نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ ڈرا سا رخ بدل کر اسی ٹیلے کی طرف تیرنے چلے گئے۔ پھر ٹیلے کے پاس پہنچ کر پریمو رک گیا۔ اس کے پیچھے جی وہ سب تھے۔ کیا بات ہے سر۔؟ کامران نے پریمو کے قریب ہوتے ہوئے پوچھا۔ کوئی آواز نہ تھی۔؟ پریمو نے اٹا سوال کر دیا۔

”آواز۔؟“ کامران نے دوبارہ اور سر کو اس انداز میں ٹیڑھا کیا جیسے کچھ سے کسی کوشش کر رہا ہو پھر بولا۔ ”ہاں ایک خفیف سی آواز سنائی دے رہی ہے۔“

”کس چیز کی آواز۔؟“ پچھاننا۔؟ پریمو نے پوچھا۔

”نہیں۔“ کامران نے نفی میں سر ہلا دیا۔

”ابھی واضح ہو جاوے گی۔“ پریمو نے کہا۔ ”ڈوری کھول کر لیڈ لوار مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔“

”دشمن۔“ سعید نے چونک کر پوچھا۔

”ناممکن نہیں ہے۔“ پریمو نے کہا۔ ”اب آواز واضح ہو گئی ہے اور یہ کاپٹروں کی ہی آواز ہے۔“

”جی ہاں۔ میں بھی سن رہا ہوں۔“ کامران نے کہا۔ ”یہ کاپٹری ہو سکتے ہیں۔“

”کیا ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔“

ہو سکتا ہے اور نہیں بھی۔ پرمود نے کہا۔ وہ خود بھی کئی بات یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا اس لئے کہ اگر ان کو دیکھ لیا جاتا تو اسی وقت ان پر حملہ کیا جاتا جو وہ بر فانی گڑھے میں پناہ لے رہے تھے۔ باپھر روانگی کے وقت بھی گھبرا جاسکتا تھا۔ اتنا سفر کرنے کا موقع دینے کے بعد گھبرا ڈالنا با محض تعاقب کرنے والی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ البتہ اگر کان اس بات کا تھا کہ روانگی کے بعد کسی کا پٹر سے ان کے اسکیٹرز کے نشانات دیکھ لے گئے ہوں اور وہ تعاقب میں چل پڑے ہوں۔

روانگی سے پہلے پرمود نے اندھیرے ہی میں کانپٹوں کو واپس مارشل کی طرف جاتے دیکھا تھا۔

مگر اب وہ سوچ رہا تھا کہ ایک یا ایک سے زیادہ کانپٹر جہاز کے اطراف میں رہ گئے تھے اور شاید وہی اب اس سمت آرہے ہیں۔ ڈوری کھول کر سعید نے اس کا لچھا بنا کر کاندھے پر ڈال لیا۔

اور اب وہ سب بر فانی ٹیلے سے چمکے ہوئے تھے نگاہیں اسی سمت تھیں جس طرف سے آواز آرہی تھی۔ اب وہ آواز بہت زیادہ واضح تھی اور دو کانپٹوں کے ہیولے بھی نظر آنے لگے تھے۔ وہ چار کانپٹر تھے اور بڑی تیزی سے اسی سمت بڑھتے چلے آرہے تھے۔ ان کی رفتار خاموشی تیز تھی۔

کیا نہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ جہ یہ سوال پرمود کے ذہن میں چمرا جھل رہا تھا۔

”وہ اسی طرف آرہے ہیں سر۔“ سعید نے کہا۔

”ہوشیار رہو۔“ پرمود نے کہا۔ ”مگر جب تک اشارہ نہ کروں کوئی فائر نہیں کرے گا۔“

”اگر دیکھ لے گئے ہیں سر تو وہ آتے ہی فائرنگ کریں گے۔“ سعید نے کہا۔ اور میں چاہیئے کہ ان کو پہل کرنے کا موقع نہ دیں۔“

”نہیں۔“ پرمود نے کہا۔ ”میں نے جو کہا ہے اس پر پوری طرح سے عمل کیا جائے۔“

”وہ چار ہیں۔“ زوار نے دو برین آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

”تم لوگ بھی ٹیلے سے اس طرح چپک جاؤ کہ اسی کا ایک حصہ نہ لگو۔“

”بہتر۔“ زوار نے کہا اور پھر پرمود کی ہدایت پر لفظ بہ لفظ عمل کیا گیا تھا۔ کانپٹر قریب آتے جا رہے تھے۔ فاصلہ گھٹ رہا تھا۔ اب وہ دو فلائنگ کے فاصلے پر تھے اور یہ فاصلہ تیزی سے کم ہو رہا تھا۔ سینوں میں ان کے دل بڑی تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ فاصلہ طیسر فلائنگ کا تھا۔

دکان دھڑکن آتی تیز ہو گئی تھی کہ لگتا تھا اب سینہ ٹوڑ کر دل باہر آجائے گا۔ فاصلہ ایک فیر فلائنگ رہ گیا۔ مگر نہیں آدھا فیر فلائنگ... نہیں نہیں... صرف چند گز... اور پھر کانپٹر ان کے سر پر آئے۔

ہیلی کانپٹر کے کھلے ہوئے دروازے سے مشین گن کی خوفناک نال باہر نکلی ہوئی تھی اور اس کے پیچھے بیٹھا ہوا فوجی صاف نظر آ رہا تھا۔ اس فوجی کے عقب میں دوسرا فوجی موجود تھا۔

اور اس کی آنکھوں پر دو برین لگی ہوئی تھی جس سے وہ نیچے کا جائزہ لے رہا تھا۔ چاروں کانپٹر ایک قطار میں پرواز کر رہے تھے اور ان پر جاندار کی روشنی میں چمکتے ہوئے ریڈ گلفین آرمی کے نشانات اور حروف وہ واضح طور پر دیکھ سکتے تھے۔ دفعتاً ہیلی کانپٹر کے دروازے سے جہانکنے والی مشین گن کی خوفناک نال سے آگ کی لمبی

اور فضا میں ٹیٹ ٹیٹ کی بھیانک آواز سے گونجنے لگی۔ گویاں سیر کی گئی تھیں وہ جگہ۔
انہی تھیں جس سے وہ چپکے ہوئے تھے۔

ایسے قریشی کے شاہکار ناول

عمران سیرینز

سیکریٹ سروس

خطرناک موڑ

خطرناک موڑ

۷/۵۰

۷/۵۰

ڈیخبر زون

آپریشن سپاٹے

۷/۵۰

۷/۵۰

گرین سپاٹ

موت کا تجربہ

۷/۵۰

۱۲/

آئٹم کی تہمت و طاقت و دلکش و حسین سرورق، شائع ہو گئے ہیں، فوری آرڈر روانہ کیجئے

جیسے ہی کا پٹر نے زمین پڑی آئیر فیلڈ کی چھوٹی سی کیبن نما عمارت کا دروازہ کھلا اور
ایک بھاری بھر کم جسم والا دروازہ سے نکل کر کا پٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے جسم پر
فوجی وردی تھی اور اس درمی پر لنگے ہوئے نشانات اسے کرنل ظاہر کر رہے تھے جتنی دیر میں
وہ کا پٹر سے اتار کرنل وہاں تک پہنچ گیا۔

”کامریڈ کرنل شیر گاؤچ۔“ وہ سکی نے آتے والے سے مصافحہ کرتے ہوئے
پوچھا۔

”ایس کلمر ٹیڈو سکی۔ آیتے۔“ کرنل شیر گاؤچ نے بڑی نرمی سے دسکی کا ہاتھ پکڑتے
ہوئے کہا اور اس کے ساتھ چلنے لگا۔ کا پٹر کی مشین شاید بند کر دی گئی تھی کیونکہ اس کے
ہینکھے رکنے لگے تھے۔

وہ کیبن میں داخل ہواتے اور کرنل اسے ایک صوفے کی طرف بلتا ہوا گیا۔ کیبن

کا یہ حصہ خاصہ بڑا تھا۔ وہ سبکی نے اندازہ لگایا کہ یہاں اس کمرے کے علاوہ بھی کچھ کمرے اور ہیں۔

مجھے چند لمحے قبل ہی برگرڈ میر کا مڈل مارڈ خورنے آپ کے سلسلے میں اطلاع دی تھی۔ کرنل شید گا وچ نے بتایا۔

گڈ۔ وہ سبکی نے تنقیدی نظروں سے شید گا وچ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میرے بارے میں اور کوئی حکم بھی آپ کو ملا ہے۔

ہاں۔ ہڈیکو لارڈ سے ان کمالات طے تھے کہ آپ کی قسم کی رو کی جاتے۔

میرے مشن کے بارے میں آپ کو علم ہے۔

جی ہاں۔ آپ پروفیسر راجد اور پروفیسر شوخوف کو بلگار نوئی کتوں سے بچانا

چاہتے ہیں۔

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ اس وقت کس جگہ ہوں گے۔

نہیں۔ تجربہ گاہ کی تباہی کے بعد ہمارے پاس ان کو تلاش کرنے کا کوئی ذریعہ

نہیں رہا۔

پہلے کیا ذریعہ تھا۔

دونوں پروفیسروں کی دتی گھڑیوں میں مائیکرو بگ موجود ہیں ان سے ہم بلگار نوئی

کتوں کو آسانی سے ٹریس کر سکتے تھے مگر افسوس اب ٹریسیر مشین موجود نہیں ہے۔

ان بگوں سے جس فری کوئٹنی پر سگنل نشر ہوتے ہیں ہم دوسرے ٹرانسمیٹر پر وہی

فری کوئٹنی سہل کر کے انہیں سن سکتے ہیں۔

اس بات میں شک ہے کہ ٹیڈ۔ کرنل شید گا وچ نے کہا۔ کیونکہ وہ بگ مخصوص خست

کے ٹرانسمیٹر کے علاوہ ہر قسم کے ٹرانسمیٹر یا ٹریسیر مشینوں کے لئے بریکار ہے۔

اوپر۔ وہ سبکی کے منہ سے نکلا۔

وہ ہمارے قطبی سائینس دانوں کی نئی ایجاد ہے۔

کیلڈ طلب۔

یہ ایجاد یہاں پر موجود سائینس دانوں کی ہے اور اس کے ذریعے ہم بحر منجمد شمالی میں

آمدورفت کے لئے استعمال ہونیوالی ساری گاڑیوں، کاپڑوں اور سیلج کی نقل و حرکت پر نظر

رکھا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اس ایجاد کے بعد سے کبھی کوئی راہ ٹھیک کر موت کی آغوش

میں نہیں گیا۔ کیونکہ جیسے ہی کوئی راہ بھر کا ٹرانسمیٹر پر اسے آگاہ کر کے صحیح راہ بتا دی جاتی

تھی اور اس طرح وہ بہت آسانی سے آمدورفت کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔

تو گویا اب ان بگوں سے ہم کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

میں نے سگنل بھیجا ہے۔

کس چیز کا۔

ایک مشین دار حکومت میں بھی ہے۔ اگر وہ یہاں میرے سگنل کے جواب میں بھیج دے

گئی تو ہم آسانی سے ان کو ٹریس کر لیں گے۔

ہو نہ ہو۔ وہ سبکی نے سر ہلایا۔ ہر ف کی اس زمین پر چودہ گھنٹے بعد ہم ان کو دیکھ

بھی ٹریس کر لیں گے پھر مشین کی ضرورت نہیں رہے گی۔

آپ کا مطلب سورج کی روشنی سے ہے۔

ہاں۔ سورج کی روشنی میں مارشل پر موجود کاپڑ اور لٹا کا طیارے پرواز کر کے

اس پورے علاقے کو کھنگال ڈالیں گے۔ اس طرح وہ جہاں بھی ہوتے پکڑ لئے جاتیں

گئے۔ دسکی نے کہا۔

”آپ اچھی اس سرزمین سے آگاہ نہیں ہیں کامریڈ۔“
 ”کیا کہنا چاہتے ہو کامریڈ کرنل؟“ دسکی نے چونک کر پوچھا۔
 ”یہی کہ وہ خود کو برف میں دفن کر سکتے ہیں۔“

”اگر ان کو خود کشتی کا خوف ہے تو یقینی طور پر وہ خود کو برف میں دفن کر لیں گے۔“
 ”میلر طلب یہ تھا کہ سورج کی روشنی پھیلتے ہی وہ خود کو برف کے کسی بھی ٹیلے میں غار
 بنا کر چھپ سکتے ہیں۔“

”کیا اس طرح وہ مر نہیں جائیں گے؟“

”ناممکن ہے۔“ کرنل شید گاؤچ نے کہا۔ ”برفانی غار میں گھس کر اگر ہوا کا راستہ بند
 کر دیا جاتے تو اس میں مقید جاندار کچھ دیر بعد یہی محسوس کریں گے جیسے کسی گرم جگہ میں
 بیٹھے ہوتے ہوں۔ برف کی آگ کم نہیں ہوتی کامریڈ۔“

”سمجھ گیا۔“ دسکی نے سر ہلا دیا۔ بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔

”اب کیا حکم ہے؟“

”مجھے اسکیئر کی ضرورت ہوگی۔“

”یہاں کافی اسکیئر موجود ہیں۔“

”ایک مہر خاں کتے کی بھی ضرورت پڑے گی۔“

”وہ بھی مل جائے گا۔“

”مگر ایسا کتنا جو کسی مخصوص بو کے بغیر ہی انسانوں کو تلاش کر سکتا ہو۔“

”یہ کتنا ہمارے پاس موجود ہے۔“ کرنل شید گاؤچ نے کہا۔ ”آپ صرف مخصوص

اشارے سے اسے سمجھا دیں کہ کسی آدمی یا جانور کو تلاش کرنا ہے بس پھر وہ اس جگہ تک پہنچائی
 کر دے گا جہاں آدمی یا جانور ہوں۔ ان کتوں سے ہم شکاریں مدد لیتے ہیں۔“
 ”بس تو دونوں چیزیں کتنی دیر میں مہیا کر سکتے ہو۔“

”صرف پانچ منٹ میں کامریڈ۔“

”گڈ۔“ دسکی نے کہا۔ ”انھیں مہیا کر دو میں چاہتا ہوں کہ چاندنی سے فائدہ
 اٹھاؤں اور اگر وہ قریب کہیں ہیں تو ان کا سرخ لگا سکوں۔“

”مگر سر۔“ وہ تو یہاں سے بہت دور چمپین جہاز سے کریشن لینڈنگ کے
 بعد اترے ہیں۔“

”تمہیں اس کی خبر کیسے ملی؟“

”ہیلڈ کو اتر کر احکامات کے مطابق اس بارے میں ساری چوکیاں ایک دوسرے
 کو حالات سے آگاہ رکھنے کی پابند ہیں۔ مجھے کامریڈ برگئیڈیر ماٹہ خو نے مطلع کیا تھا۔“
 ”ہو نہ ہو وہاں اترے ضرور تھے مگر غائب ہو چکے ہیں۔“ دسکی نے کہا۔ ”خیال

یہ ہی ہے کہ وہ گلشیر کی طرف اپنی گاڑیوں کے حصول کے لئے سفر کر رہے ہیں۔“

”ان کی گاڑیاں تباہ شدہ گلشیر سے شاید نصف میل کے فاصلے پر ایک جگہ موجود
 ہیں۔“ کرنل شید گاؤچ نے بتایا۔

”آپ کو اس کی صحیح لوکیشن کا پتہ ہے۔؟“ دسکی نے بتائی سے پوچھا۔

”ہاں۔ میں نے تجربے گا کہ تباہی کے بعد چند گھنٹے قبل ہی اطراف کا جائزہ دیا تھا تب
 وہ گاڑیاں سامنے آتی تھیں اس بارے میں میں نے برگئیڈیر ماٹہ خو کو اطلاع دیدی تھی۔“

”وہاں کسی کو نگرانی پر بھیج دیا ہے۔؟“

نہیں۔ کرنل شید کا وچ نے کہا، مگر وہ ان گاڑیوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے کیونکہ میں نے ان تمام گاڑیوں سے بڑوں نکلوا لیا ہے۔
 ”ویری گڈ۔“ وہ سچی کی آنکھیں پچھنے لگیں تھیں۔
 ”آپ کچھ دیر بیٹھیں میں آپ کے لئے کافی بھجواتا ہوں۔“ کرنل شید کا وچ نے کہا۔
 ”جینک آپ کافی پینیں گے میں اسکیئر درکتے کا انتظار کروں گا۔“
 ”ٹھیک ہے۔“ وہ سچی نے کہا اور صوفے کی پشت گاہ سے سر اٹھا کر آنکھیں بند کر لیں، اس کا ذہن پریمودہ کی طرف لگا ہوا تھا۔

اب وہ کرنل شید کا وچ سے گفتگو کے بعد یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ لوگ کسی برفانی ٹیلے میں کھو نہ کر چھپے بیٹھے ہوں۔؟ کیونکہ ہرٹ غور کرنے کے بعد اس کی سمجھ میں صرف یہی ایک بات آئی تھی کہ پریمودہ اور اس کے ساتھی اس جگہ جہاز سے نہیں آ رہے تھے جہاں جہاز تباہ ہوا ہے۔

یقینی طور پر جہاز پہلے کسی اور جگہ روک گیا تھا جہاں سب کو اتار نیچے بعد صرف جہاز کو پائیلٹ کرنیوالا اندر رہ گیا اور وہی جہاز کو اس جگہ تک لے گیا ہوگا جہاں جہاز تباہی سے دوچار ہوا تھا۔

وہاں سے پائیلٹ کرنے والا اسکیئر پر سفر کرتا ہوا اپنے ساتھیوں سے مل گیا ہوگا اور اتے ہوئے وہ جہاز کے پیہیوں سے بننے والے نشان مٹاتا آیا ہوگا۔ اور یہ اس کے لئے زیادہ مشکل بھی نہ ہوگا۔

ایک دم سے ایک بڑا سا تختہ ڈوری کی مدد سے باندھ کر اس نے پیچھے چھوڑ دیا ہوگا اس طرح وہ آگے آگے اور تختہ اس کے پیچھے ہر قسم کے نشانات برابر کرتا ہوا

ایا ہوگا۔

اور یہ آسان نہ کر کے تھی اور شاید اسی لئے اسے یا ماثر خو کے فوجیوں کو کوئی نشانہ نہیں ملا تھا۔

لیکن اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیا پریمودہ چاند کی روشنی سے فائدہ اٹھا کر سفر کر رہا ہوگا؟ یا کسی برفانی پہاڑ کا وہ میں چھپ کر سورج کی روشنی کا انتظار کر رہا ہوگا؟ اس نے کتا اسی لئے مڑ گایا تھا کہ اگر وہ سفر کر رہے ہیں تو کتا ان کی پوچھان کے پیچھے لگ سکتا ہے۔ بصورت دیگر وہ اس جگہ تک اس کی رہنمائی کر دے گا جہاں وہ چھپے ہوئے ہیں۔ اب اسے یہ آسان لگ رہا تھا۔

اور یقین ہوتا تھا کہ وہ پریمودہ اور اس کے ساتھیوں کو پکڑنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اگر ایک بار وہ اسے نظر آجائیں تو پھر وہ کسی نہ کسی طرح ان کو گھیر کر پکڑ سکتا ہے۔

ظاہر ہے اٹھ آدمیوں کو جو پوری طرح سے مسلح ہوں وہ اکیلا تو قابو نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ اکیلا وہ ان کا سرخ ضرور لگا سکتا تھا۔ کیونکہ یہ خیال بھی اس کے ذہن میں تھا کہ جب طیارے اور گاڑیاں کو تلاش کرنے کی ہم شروع کریں گے تو وہ اس لئے ناکام ہوتا ہے گی کہ جب بھی گاڑیاں یا طیارے پریمودہ اور اس کے ساتھیوں کے قریب پہنچیں گے وہ برف میں کسی نہ کسی جگہ خود کو اس طرح چھپا لیں گے کہ نظر نہ آ سکیں۔

یہ وہ دیکھ ہی چکا تھا کہ پریمودہ اور اس کے ساتھی سفید رنگ کا لباس پہننے ہوئے ہیں اور سفید لباس فضا سے دیکھے جانے پر برفی کا ایک حصہ نظر آتا ہے بشرطیکہ اس میں حرکت نہ ہو۔ البتہ اگر وہ اکیلا ان کے قریب بھی جا پہنچے تب بھی شاید

ہی وہ اس کی موجودگی سے باخبر ہو سکیں گے۔ اور وہ خود ان کی نظروں سے چھپا رہ کر مارشل پر بیٹھ کر فوجیوں کو ان کی پناہ کا وہی نشانہ بنی کر کے ان کے گرد مضبوط گھیرا ڈال رہے ہیں۔

”سہرا کی۔“ دفعتاً کسی کی آواز سن کر وہ چونک اٹھا۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا ایک فوجی کافی ٹرے لئے کھڑا تھا پھر اس نے ٹرے چھوٹی سی تپائی پر رکھی اور اس کے لئے کافی بنانے لگا۔ کافی بنا کر وہ چلا گیا۔ ٹرے میں کھانے پینے کا بھی سامان تھا۔

وہ ٹرے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دس پندرہ منٹ میں اس نے کافی ختم کی۔ اب وہ خود کو کافی تر و تازہ اور جات چوند محسوس کر رہا تھا۔

”سہرا کی کو کرنل صاحب یاد کر رہے ہیں۔“ ٹرے لائے والے فوجی نے اندر آتے ہوئے کہا اور وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ کین سے باہر کرنل شید کا ورتح موجود تھا۔

چار فوجی اور بھی تھے ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ایک خوشخوار کتے کی زنجیر تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں اسکیئر کا جوڑا تھا۔ دوسری پیڈ پر وہ کا پٹر موجود تھا جس میں وہ یہاں تک آ رہا تھا۔

کا پٹر کے نیچے گردش کر رہے تھے۔ اس نے اسکیئر لے کر پہنچے پھر تھوڑی دور تک اس کا ٹیگ کر کے دیکھا پھر کرنل شید کا ورتح کی طرف آکر بولا۔

”کتے کو بیڈل کرنے کا طریقہ کامیڈ۔“

جواباً کرنل شید کا ورتح نے اسے کتے کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کرنے کے

طریقے اور نشانے بتاتے۔

”تھوڑا سا دیر نہ لے۔“ وہ کسی لے اس سے کتے کی زنجیر لیتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں کامیڈ۔“ آپ ہلچہ ہم سے رابطہ رکھیں۔ ایک منٹ کے نوٹس پر ہم آپ کی مدد کے لئے روانہ ہونے کے لئے تیار رہیں گے۔“

”شکریہ کرنل۔“ وہ کسی نے کہا پھر اس سمت کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کیں جہاں اس نے دشمن کی گاڑیاں کھڑی کچی تھیں پھر وہ ہاتھ ہلاتا ہوا اسکیئر پر روانہ ہو گیا۔ کتے کی زنجیر اس نے کھول دی تھی اور وہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑتا چلا آ رہا تھا۔ اس کی زنجیر اس نے زمین بندھی ہوئی ہیلڈ میں اڑس لی تھی۔

وہ چاند کی روشنی میں دوڑ نکدیکھ سکتا تھا۔ اس کی آنکھوں پر مخصوص چتر تھا اور ہاتھوں میں اسکیئر ٹک جس کی مدد سے وہ ہر لمحہ اپنی رفتار بڑھا رہا تھا اس کی متجسس نظریں اپنے گرد و پیش سے پوری طرح باخبر تھیں اور وہ ہر خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار تھا۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔

وہ آدھا فاصلہ عبور کر چکا تھا چاند کی روشنی اب پوری طرح برف پر کھیت کر رہی تھی۔ سفید برف دوڑ تک چاند کی تھالی کی طرح چمک رہی تھی، بعض جگہ چاند کا عکس اس میں اس طرح نظر آ رہا تھا جیسے کسی شکل شدہ برتن میں نظر آ جاتا ہے۔

سپاٹ سطح کے علاوہ داتیں بائیں اور سامنے کافی کافی فاصلے سے اُسے ابھرے ہوئے برف کے ٹیلے بھی نظر آ رہے تھے۔

ایک آدھ جگہ سے ٹرے سے بائیں والی نوٹریاں بھی دوڑ کر برف کے شرف میں گھسٹی نظر آتی تھیں۔ مگر اب تک اس کا واسطہ نہ تو سمیٹ پون کے کسی غول سے پڑا تھا اور

دی کوئی اور درندہ یا جانور نظر آیا تھا۔

وہ بڑی تیزی سے برف پر چھستارہا۔ اسکا ٹینگ اس کے دوسرے پسندیدہ مشغلوں میں سے ایک تھا اور وہ اس پر کافی دسترس رکھتا تھا عموماً وہ فرصت کے اوقات میں موقع ملنے پر اسکا ٹینگ ضرور کیا کرتا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ اس وقت اسے اسکیئر پر چھیلنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں ہو رہی تھی، ہر ایک میل کا سفر کرنے کے بعد وہ رک کر دوڑیں سے اپنے آس پاس کا جائزہ ضرور لیتا تھا۔

سکیئرٹ ایجنٹ ہونیکے ناٹے وہ اپنی زندگی میں اس وقت بھی جبکہ وہ گھر پر ہوتا تھا بے حد محتاط اور چونکا رہتا تھا کوئی بھی فرد اسے بے خبری میں مار نہیں سکتا تھا۔ دور بہت سے ہی سکھایا گیا تھا۔

اور اپنی کئی ٹہریاں تڑا کر وہ اس بات کو سمجھ سکتا تھا کہ ہر لمحہ چونکا رہتا ہے، پر ہی زندگی مل سکتی ہے دوسری صورت میں علم آباد کا ٹکٹ کسی معاوضے کے بغیر ہی گٹ جاتا ہے گا اس لیے جس جگہ تربیت پائی تھی اس تربیت گاہ میں ایک شعبہ ایسا بھی تھا جہاں ہر فرد تربیت ہوتے ہوئے بھی دشمن تھا۔

ان کو حکم تھا کہ موقع ملتے ہی دوسرے پر وار کر ڈالو خطرناک وارنگم ایسا کہ جس میں نقصان تو نہ پہنچے مگر نہ مخالف طرف سے اور نہ ہی پابج ہو۔ اسے اس وقت اس جگہ کا ایک دلکش اور عبرت انگیز واقعہ یاد آگیا۔

ایک لڑکی اس کی بے حد قری دوست بن گئی تھی اتنی قریبی کہ ان دونوں نے رات ایک ہی کمرے میں ایک ہی بستر پر گزارنی شروع کر دی تھی مگر ایک دن اچانک اس لڑکی

نے بار کاؤنٹ سے مڑ کر اس سے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا پھر جیسے ہی اس نے مصافحہ کیا چشم زدن میں وہ کنگ فوکے ایک داؤ میں پھنس کر سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا نتیجے میں سر کی ٹہری اور بازو کے چکر کو نقصان پہنچا اور وہ تین ماہ تک بستر پر ٹکڑ رہا۔ مگر اس کا نتیجہ ایک یہ بھی ہوا کہ ہسپتال سے واپسی کے بعد کوئی اس پر ہاتھ ڈال سکا الٹا اس نے چھ ماہ میں دوسرے عورتوں کو ہسپتال پہنچا دیا۔

اس میں وہ عورتیں بھی تھیں جن کو اس نے بستر پر لذت دوسرور کی گھڑیوں میں اچانک جنت سے نکال کر جہنم میں پہنچا دیا تھا۔

پھر تربیت مکمل ہونیکے بعد جب اسے عملی فیلڈ میں بھیجا گیا تو اس نے وہ۔ وہ کارنامے انجام دیئے کہ اس کے محکمے ریڈ پول کا سربراہ انگشیت بدندان رہ گیا پھر اسے ڈویل اسکاٹ اور انسپیکٹر سپن شرن کے بعد نمبر ون ایجنٹ تسلیم کر لیا گیا۔ اور وہ بچان بدن زیادہ سے زیادہ خوفناک اور پتھر بنتا چلا گیا۔

اس وقت بھی وہ اسی طرح محتاط تھا۔ اس نے رک کر چاروں اطراف کا جائزہ لیا پھر لگے بڑھنے لگا۔

اب وہ جس راہ پر تھا یہاں چاروں طرف فاصلے سے اونچے اونچے برفانی ٹیلے تھے۔ اور اسے ان کے گرد گھوم کر اور بعض اوقات ان پر چڑھ کر آگے بڑھنا پڑتا تھا۔

دار ملا حظہ فرماتے، خطرناک مڈلر، آپریشن سپاٹے، موت کا تجربہ، بلو کاٹڈر، تھری ٹی سکس ہڈی کو اڑے، بلیک ٹمیش، ایس جی ایم، ہیریون آف بلو گارنیر، ہل آف ڈیجیو، مصنف، ایس قمر نشی

ایک کے بعد ایک اسی جیسی دوشے یا جاؤ اور اوپر سے کودے اور انھوں نے دھکی پر
یلغار کر دی۔

یوگا اور شباب

قیمت:- بارہ روپے
مترجم:- اظہر کلیم

شباب اور جوانی ایک آئی جاتی شے ہے۔

یہ جلد آپ نے بارہا سنا ہوگا۔ مگر موجودہ دور میں یہ بات غلط
ثابت ہو گئی ہے۔

یوگا اور شباب کے مطالعہ کے بعد آپ معمولی سی محنت اور ریاضت
سے اپنی جوانی اور شباب قائم رکھ سکتے ہیں۔

ہمیشہ جوان بننے رہنے کا آسان طریقہ

آفسٹ کی کتابت اور چھپائی

تجربہ کارانہ چھپائی طلب کیجئے

ایوب اکیڈمی

ریاضت آباد کراچی ۱۹

یک بیک وہ چونک پڑا۔ دور بہت دور ایک جگہ کوئی چیز چمکتی نظر آرہی تھی مگر
نہیں۔ ایک نہیں، کئی۔ وہ کئی چیزیں تھیں جو جنگوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اسپارک
کر رہی تھیں۔

اس نے دور میں نکال کر آنکھوں سے لگائی۔ اس وقت وہ ایک، بلکہ اور وسیع
ٹیلے کے دامن میں کھڑا تھا۔

دور میں نے منظر بہت زیادہ ہاگ کر دیا اور اس منظر کو دیکھتے ہی اس پر ہجرت
طاری ہو گیا۔ اس نے چار پہلی کاپیوں کے بیولے دیکھے تھے، وہ چنگاریاں بھی دراصل،
مشین گنوں سے نکلنے والی گولیوں سے جھڑنے والی چنگاریاں تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے
وہاں کسی سے کسی کی ٹھن گئی ہو۔

اور ظاہر ہے وہ سوائے اس کے دشمن کیٹن پر مود اور اس کے ساتھیوں
کے اور کون ہو سکتا تھا۔

اس پر پہلی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں اور چہرہ و فور
جذبات سے سرخ ہو گیا اس کا بس تہیں چل رہا تھا کہ وہ چشم زدن میں وہاں پہنچ
جاتا۔!

آگے بڑھنے کے لئے وہ حرکت میں آیا ہی تھا کہ ٹیلے کے اوپر سے کسی سفید
سی چیز نے اس پر چھلانگ لگائی۔

وہ آہٹ پاتے ہی بڑی تیزی سے ایک طرف ہٹا تھا۔ مگر ہٹا کہاں...؟
وہ سفید شے تو اسی کے جسم سے ٹکرائی تھی اور پھر اسے لئے برف پر جا پڑی۔

ایک کے بعد ایک کئی بڑے بڑے بالوں والے ریچھ ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کی انا کو تسکین مل گئی۔

اور وہ سمجھ گئے کہ کاٹیروں سے کن پر فائزنگ کی گئی تھی۔ یقینی بات تھی کہ کاٹیروں سے برفانی ریچھوں پر ہی فائزنگ کی تھی۔ اور اب وہ ان پر جھپٹ پڑے تھے۔ وہ بڑے خوشخوار پھوڑے تھے اور ان کے منہ سے نکلنے والی غراہٹیں ان کو دہلا رہی تھیں۔ پر پود نے اس ریچھ کے سینے پر سر کی ٹکڑی جو اس سے لپٹ پڑنے کی کوشش کر رہا تھا پھر پیچھے ہٹ کر اس نے ریو اور نکال لیا اور فائزنگ کرنے لگا۔ وہ تاک تاک کر ان کو نشانہ بنا رہا تھا۔

ایک کے بعد دوسرے تسلسلہ..... چوتھا اور پانچواں بھی گرا۔ مگر وہ ایک کے بعد ایک جیسے ٹیلے کے عقب سے ابلے چلے آ رہے تھے۔ پر پود کا ریو اور نکال رہا تھا اس نے کاربائن شائے سے اتاری۔

”ریو اور نکالو۔ ریو اور۔“ پر پود کا ربا تین سے دوسریوں کو نشانہ بنا رہا تھا ہوتے بولا اور ان کو جیسے ہوش آ گیا۔

چند لمبے بعد فضا میں بے دریغ چار پانچ فائزوں کی آوازوں نے گونج پیدا کی اور تین چار ریچھ ڈھیر ہو گئے۔ مگر اس کا رد عمل حیرت ناک ہوا تھا۔ خوشخوار ریچھ اچانک پہلے ساکت ہوئے اور پھر ایک سمت دوڑتے چلے گئے۔ اپنے پیچھے وہ بار بار چوہ لاشیں چھوڑ رہے تھے۔

”خس کم جہاں پاک۔“ سید نے چھونک مار کر کاربائن کی بھرل صاف کرتے ہوئے کہا۔ ”ورنہ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب اسی برف میں دفن ہونے کا بھی موقع

گو بیاں ان کے سروں سے گزرتی چلی گئیں۔ ایک کے بعد دوسری باڑھ ماری گئی اس بار بھی گویاں ان کے سروں پر سے گزرتی تھیں اور کاٹیروں سے باڑھ مارتے ہوئے آگے نکلے چلے گئے تھے۔

مگر پر پود کی سختی سے فائزہ کرنے کی ان لوگوں کو ہلاکت نہ ہوتی تو اب تک پانچ کاربائن گرنے ہی ہوتیں اور چاروں کا ٹیکہ دیت ہو جاتے۔ کیونکہ وہ تنہا ہی آسان مار گٹ تھے۔ گویاں ان میں سے ایک کے بھی نہیں سکیں تھیں اور پھر جیسے ہی ان کو اس بات کا ادراک ہوا کہ گویاں ان پر نہیں چلائی گئیں تو وہ نہ صرف حیرت زدہ رہ گئے تھے بلکہ ان میں جیسے پندہ ہو گیا تھا کہ یہ معلوم کریں کہ گویاں کس پر چلائی گئی ہیں۔ کاٹیروں کا کافی دور جا چکے تھے۔ وہ لوگ ٹیلے سے الگ ہٹ کر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ ٹیلے کے اوپر سے

نہیں ملے گا۔

تم مایوس ہو۔ ۹۔ پرمود نے پوچھا۔

اس۔ فانی جنم میں طرح طرح کی بلاؤں اور خون کے پیاسے دشمنوں کے ہوتے ہوئے کیا یوس نہیں ہونا چاہیے۔

ہاں ہیں زندگی کے کسی حصے میں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ مایوسی انسان کو مذہب سے بیگانہ کر دیتی ہے اور یہ ہمارے مذہب میں حرام ہے۔

وہ کا پٹر پلٹ کر آ رہے ہیں۔ دفعتاً کاملن کی آواز سن کر وہ چونک پڑے

پرمود نے فوراً ہی کاملن کے ہاتھ کے اشارے کے جواب میں دیکھا۔ دور وہ چاروں

ہیلی کا پٹر حصوں کی طرح نظر آ رہے تھے اور یہ دھبے لمحہ بہ لمحہ بڑے ہوتے جا رہے

تھے۔ گویا وہ تیزی سے اس طرف آ رہے تھے۔

پوزیشن سمجھاؤ۔ پرمود چلا کر بولا۔ اور وہ مختلف اطراف میں پھیل گئے، ہر

ایک کا دل دھڑک رہا تھا۔

آئیو لے لمحات ان کو زندگی کی نوید بھی سنا سکتے تھے اور موت کی دہلیز بھی

پار کر سکتے تھے۔ یہ بات یقینی تھی کہ وہ ان کی فائبرنگ کا شور سن کر ٹپٹے میں ورز آکر

انھوں نے ان کو پہلے دیکھ لیا ہوتا اور سمجھوں پر ہونے والی فائبرنگ ان پر کی جاتی اور

وہ کھلے میں ہونے کے سبب آسانی سے نشانہ بن جاتے اور اب بھی یہ ہی صورت

حال تھی۔

وہ ان کے لئے لقمہ مر تھے۔ کیا واقعی ایسا تھا؟

ہوشیار۔ پرمود چلا یا۔ اور ٹھیک اسی لمحے اگلا کا پٹر ان کے سروں پر

پہنچ گیا۔

اس کی مشین گن گولیاں اگلنے لگی۔ اور وہ ایک لکیر کی صورت میں یہاں سے وہاں تک برف میں دراڑ پیدا کرتا چلا گیا۔ گولیاں ان سے ایک فٹ کے فاصلے سے برف میں دھنسی تھیں۔

پھر دوسرا کا پٹر آ گیا۔ تیسرا۔۔۔۔۔ پھر چوتھا پھر پھر۔۔۔۔۔ ۹۔ وہ کافی بلندی سے ان پر فائبرنگ کر رہے تھے اور یہ بلندی ایک طرف ان کو کاربائن کی رینج سے باہر رکھتے ہوئے تھی تو دوسری طرف وہ بھی اسی بلندی سے صیغہ نشا نہ نہیں لگا سکتے تھے۔

پرمود کے ساتھی اپنی اپنی جگہ ساکت تھے۔ پروفیسر وگلکس شوخوف اور پروفیسر ساحد برف سے چپکے ہوتے کانپ رہے تھے۔ کاہے کو بھی انھوں نے ایسا خوفناک لمحہ گزارا ہوگا۔

فضاریٹ ٹریٹ کی بھیانک آواز سے گونج رہی تھی۔ اور یہ گونج بڑھتی ہی جا رہی تھی پرمود کے ساتھی جھکے ہوئے تھے۔

وہ خود بھی برفانی ٹیلے سے چپکا ہوا تھا۔ کا پٹر ایک کے بعد ایک کرس کی شکل

میں پرواز کرتے ہوئے بلندی سے فائبرنگ کر رہے تھے۔ جبکہ پرمود کے ساتھی اکا

دکا فائبرنگ کر رہے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اتنی بلندی پر ان کی کاربائیں کا پٹر

کو نشانہ نہیں بنا سکتیں۔

لہذا بے تحاشہ فائبرنگ سے کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلے گا اس لئے وہ کاربائیں

بچاؤ والے فائدہ لے پر عمل کر رہے تھے۔

لاٹن میں نہ ہیں۔

”آپ کے ذہن میں کوئی خاص پروگرام ہے؟“

”ہاں۔“ پیود نے کہا۔ ”تم ان کو ہدایت پہنچا دو۔“

کلان جواب دیتے بغیر اثبات میں سر ہلکا کر فائی ٹیلے سے چپکا ہوا آگے بڑھ گیا۔ پیود کے ذہن میں اچانک ہی ایک خیال ابھرا تھا۔ وہ جس ٹیلے سے چپکے ہوئے تھے اس سے چند ہی میٹر کے فاصلے پر ایک اور ٹیلہ تھا۔

اور برف کا وہ ٹیلہ کافی بلند تھا اگر پیود اس ٹیلے پر چڑھ کر کاپڑوں پر فائرنگ کرتا تو آسانی سے ان کو نشانہ بنا لیتا۔ اسی لئے اس نے اپنے ساتھیوں کو، آپس میں مزید فاصلہ قائم کرنے کی ہدایت کی تھی اس طرح ان کی رنج بڑھ جاتی وہ اس وقت کا منتظر رہا۔ پھر جیسے ہی اس کے ساتھی مطلوبہ فاصلہ قائم کر کے اس کا مخابرہ ہوئے اس نے اشارہ کیا اور کار بائن وقفہ وقفے سے فائرنگ کر کے لگیں۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر وہ زمین پر لیٹا اور بڑی تیزی سے مطلوبہ ٹیلے کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ یہی سوچ رہا تھا کہ ان میں سے ایک دو کاپڑا کر اس نے گزرتے تو بقیہ کافی دور ٹہنتے پر چھوڑ دیا جائے گا اور اس طرح ان کو اس جگہ سے روانہ ہونے کا موقع مل جائے گا اور وہ روانگی اس وقت چاہتا تھا جب چاند کی روشنی ختم ہونے والی ہو۔ اس کے انداز سے کے مطابق چاند کی روشنی نصف گھنٹے میں ختم ہو کر ختم ہونے والی تھی۔

وہ یکتا رہا۔ سب سے زین گرم لباس ہونیکے باوجود اس کے حیم پر اثر کر رہی تھی۔ کاپڑا اس کے سروں پر چنگھاڑ رہے تھے اور ان کی مشین گنیں آگ برسا رہی تھیں مگر ابھی

”سر۔“ وقتاً کلان نے پیود کے قریب آتے ہوئے کہا۔

”کیا بات ہے؟“

”جس انداز میں کاپڑوں سے فائرنگ ہو رہی ہے یہ انداز بتاتا ہے کہ ہم سخت خطر میں ہیں۔“ کلان نے کاپڑوں پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

”مجھے احساس ہے۔“ پیود نے کہا۔ ”اس طرح وہ لوگ شاید مزید املا دے منتظر ہیں۔“

”جی ہاں۔“ ٹیلہ بھی یہی خیال ہے۔“ کلان نے کہا۔ ”شاید وہ اس طرح ہمیں گھیرے

رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اس دوران وہ ہمارے گرد فوجی اتار سکیں۔“

”شاید نہیں یقیناً یہی بات ہے۔“ پیود نے کہا۔

پھر۔؟

”اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم ان کو تباہ کر دیں یا پھر ان کی پرواہ کئے بغیر رطبانہ ہو جائیں۔“

”اس طرح ہم نقصان پہنچ سکتا ہے۔“

”نہیں۔“ پیود نے اعتماد سے کہا۔ ”روائی کی صورت میں وہ ہمارے ہی ہنگامی کریں گے

اور اتنے نیچے آگے نہ گزرتے کہ ہم بھی ان کو نشانہ بنا سکیں۔“

”تو پھر؟“ کلان نے پوچھا۔ ”چلا جائے۔؟“

”نہیں۔“ پیود نے کہا۔ ”انتظار کرو۔“

بہتر ہے۔“ کلان نے جواباً کہا۔

”اپنے ساتھیوں سے کہو کہ وہ دس دس فٹ کے فاصلے پر بکھر جائیں اور ایک

تک ان میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا تھا۔

ممکن تھا وہ پروفیسر وگلز شوخ و ادب پر و فیسر ساجد کی وجہ سے اس انداز میں فائرنگ کر رہے ہوں کہ کسی کو نقصان نہ پہنچے۔۔۔۔۔۔ وہ سوچتا رہا اور آگے بڑھتا رہا۔

ٹیلی کے نزدیک پہنچ کر وہ اس کے گرد گھوم گیا اب وہ کپڑوں سے دیکھا نہیں جاسکتا تھا۔ اطمینان کر نیکے بعد وہ اٹھا اور ٹیلی پر چڑھنے لگا۔ برف پر پیہر چاکر چڑھنا ایک مشکل مرحلہ تھا اگر جوتوں کے تلے میں مخصوص کیلیں باہر نکلی ہوتی نہ ہوتیں تو وہ کبھی ٹیلی پر نہ چڑھ پاتا۔ اور پہنچ کر وہ لیٹ گیا۔

اب چاروں کاپٹن اس کے سامنے تھے اور وہ نیچے لیٹے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کم از کم پندرہ یا بیس فٹ اونچائی پر تھا۔

ایک نظر نیچے ساتھیوں پر ڈال کر اس نے کاربائین سیدھی کی اور اس لمحے کا انتظار کرتے لگا جب اسے فائر کرنا تھا۔ کاپٹن ٹیلی کے اوپر اس کے وجود سے بے خبر نیچے لیٹے ہوئے اس کے ساتھیوں پر گاہے بے گاہے تھے، پرمود نے اندازہ لگایا کہ وہ اب ایک کاپٹن کو اس وقت نشانہ بنا سکتا ہے جب وہ حملہ کر رہا ہو۔ اس نے گن سیدھی کی اور نشانہ درست کرنے لگا۔

کاپٹن اب پھر اونچائی سے غوطہ لگاتا ہوا اسی طرف چلا آ رہا تھا جیسے ہی وہ پرمود کے سر پر پہنچا پرمود کے ہاتھ میں دبی ہوئی کاربائین سے آگ کے شعلے نکل پڑے۔ ایک کے پیچھے ایک گولیاں تو اتار سے کاربائین سے نکل کر اپنے حدف کی طرف بڑھیں دوسرے ہی لمحے وہاں ایک ہولناک دھماکہ ہوا اور ٹارگٹ بننے والا کاپٹن فضا ہی میں پھٹ

گیا۔ پرمود نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرے کاپٹن کا بھی وہی حشر کیا جو پہلے کا ہوا تھا۔

ان کے حلیے ہوتے ٹکڑے دور دور تک برف پر بکھر گئے، آگ کی لمبی سرخ زبان لپک لپک کر ان کو چاٹ رہی تھیں۔ بقیہ دو کاپٹن تیزی سے بلند ہوتے چلے گئے تھے۔ اب وہ اتنے فاصلے پر تھے کہ پرمود ان کو نشانہ نہیں بنا سکتا تھا۔ اس نے گلے میں لٹکی ہوئی دو بزمین سے باتہ دینا۔

دور بہت دور چاندنی میں بہت سے جگنو یا ایسے ہی چمکا چوند پریدہ کی نوالی چیزیں فضا میں تیر رہی تھیں۔ پرمود کے ذہن میں ایک ہی لفظ ابھرتا تھا۔ کاپٹن! تقیبا وہ دشمن کے بیٹا کاپٹن ہی ہو سکتے تھے۔

اس نے آخری نظر فضا میں تیرتے ہوئے کاپٹنوں پر ڈالی اور ٹیلی سے اسے لگا۔ !

ایسے قریشی کی سیکرٹے سروس

خطرناک موٹر مصنف: ایس قریشی ۷/۵

اپریشن سپائے ۷/۵

موت کا تجربہ (خاص نمبر) ۱۲/۵

میں سے ایک ریچھ کے منہ سے بڑی بھیا نک آکاڑ نکلی تھی اور وہ برف پر گر پڑا تھا اس کے ساتھ ہی وہ بھیا کے کانوں نے کتے کی غرابٹ جی سنی اور وہ پوری طرح سے ہوش میں آگیا۔ وہ کتے کو بھول ہی گیا تھا۔

اور اس وقت اس کے کتے نے ایک ریچھ پر حملہ کر کے اسے گر دیا تھا۔ ایک اور ریچھ کتے کی طرف مڑ گیا اور بقیہ تین دوسری پر حملہ آور ہو گئے۔ مگر اس وقت جبکہ دوسری ہوشیار تھا وہ کیسے کامیاب ہو جاتے۔ اس نے آس کر وٹ لی اور اچھل کر ان کی گرفت سے نکل گیا۔

جب تک وہ پلٹے اس کا چاقو عجیب سے نکل کر ایک ریچھ کی کمر میں دو بار پیوست ہو چکا تھا۔

وہ ڈکڑتا ہوا گرا اور دوسری اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ دوسری کتے سے لڑ رہے تھے اور دوسری کی طرف بڑھ رہے تھے جبکہ پانچواں برف پر پڑا تھا اور سفید برف اس کے خون سے لال ہوئی جا رہی تھی۔

دونوں ریچھ غراتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور دوسری قدم قدم پیچھے ہٹ رہا تھا۔ یکے ایک وہ دونوں ریچھ جھکے اور چاروں ہاتھ پیروں پر کھڑے ہو کر غراتے لگے۔ دوسری کی نظر میں ان پر مچی ہوئی تھیں وہ سمجھتا تھا کہ لیس اب وہ اس پر جست رکالے والے ہیں۔ اور وہ اس کے لئے تیار تھا۔

پھر جیسے ہی ان دونوں نے جست کی دوسری بجلی کی سی تیزی سے دائیں طرف ہٹا اور اپنا چاقو وال ہاتھ اوپر کر کے لہر دیا۔ دونوں ریچھ پیچھے ہٹنے سے ٹکراتے تھے ایک پلٹ پڑا اور دوسرا وہیں گر کر ترپنے لگا۔

نیچے گرے ہی دوسری نے ایک کروٹ لی اور اپنے اوپر حملہ کرنے والی شے کو جھٹک دیا۔ بے خبری میں بچھڑکا کھا کر گرے گا اس لئے کاربائین بھی کندھے سے اتر کر گر گئی تھی۔ وہ بڑی تیزی سے اٹھا تھا۔

مگر سین پر پڑنے والے گھونسلے نے اسے پھر برف چٹادی تھی اب وہ چت برف پر لیٹا ہوا تھا۔ اور اس کے گرد پانچ برفانی ریچھ دو پیروں پر کھڑے چھاتی پیٹ رہے تھے۔ ان کے خونخوار جھڑپے بار بار کھل اور بند ہو رہے تھے اور ان کی بانجھوں سے رال ٹپک رہی تھی۔

دوسری کا سانس اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا ایسی سچویشن اس کی زندگی میں کبھی نہیں آتی تھی گو کہ وہ اس سچویشن سے خوفزدہ نہیں تھا مگر وقتی طور پر اس کے اعضا پر ایک سناٹا سا ضرور طاری ہو گیا تھا۔ پھر یہ سناٹا اس وقت ٹوٹا جب اچانک ان

وہ لکے ہاتھ نے اس کے پیٹ کو دو حصوں میں منقسم کر دیا تھا اور اس کی آنتیں وغیرہ برف پر بکھری ہوئی تھیں۔ ریچھ چند لمبے ٹھٹھارے نظروں سے دھکی کو گھورتا رہا پھر چند قدم دوڑا اور دھکی پر جسٹ لگا دی لیکن اس بار دھکی بچنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔ ریچھ سیدھا اس پر گر پڑا اور وہ ایک مرتبہ پھر کھر کے بل برف پر جا گر۔ لیکن اس بار اس کے حواس قابو میں تھے۔

اس نے گرتے ہی دونوں ٹانگیں ریچھ کے پیٹ میں رگائیں اور دوسری طرف اچھال دیا۔

پھر بجلی کی سی تیزی سے وہ اٹھا تھا۔ رخ اسی سمت تھا جس طرف اس نے ریچھ کو چھڑکا تھا۔ وہ ان دونوں ریچھوں پر جا گر تھا جو کتے سے لڑ رہے تھے۔ ایک ریچھ کا حلقہ کتے نے اسیٹھڑا لٹھا اور دوسرے سے وہ دیوانہ وار لڑ رہا تھا۔ دھکی نے دائیں بائیں نگاہ دوڑائی۔

اس کی کاربائیں چند ہی قدم کے فاصلے پر پڑی ہوئی تھی۔ وہ دوڑا اور کاربائیں اٹھالی۔ اب دونوں ریچھ کتے پر چھپٹ رہے تھے۔ اس نے ایک کا نشانہ لیا اور ٹرگر دبا دیا۔

فانہ کی آواز کے ساتھ ہی ایک ریچھ اچھل کر برف پر گر پڑا۔ دوسرے کتے کو چھوڑ کر بھڑک بھاگتا ہوا وہ چند گز سے زیادہ آگے نہ جاسکا۔ کاربائیں پھر گر گئی تھی اور ریچھ دس گز کے فاصلے پر گر کر ساکت ہو گیا تھا۔ گولی نے اس کا پیچھ اڑا دیا تھا۔ ریچھوں سے نجات پاتے ہی کتا اس کے قریب آ کر پیروں میں لوٹنے لگا۔

دھکی نے ایک نظر اطراف پر ڈالی پھر مطمئن ہو کر وہ کتے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اس نے چاروں طرف سے ٹٹول کر دیکھا۔ کیونکہ چاندنی مدہم ہوتی جا رہی تھی۔ کتے کے جسم پر کئی زخم تھے مگر کوئی زخم بڑا یا خطرناک نہیں تھا۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر اس کے زخم صاف کئے اور تھپکنے لگا۔

اس کے پاس دو آبی نہیں تھی اس لئے وہ کتے کے زخموں کی بند پٹی نہیں کر سکتا تھا خود اس کے چہرے پر متعدد خراشیں تھیں جن سے خون رس کر چم گیا تھا اگر اس کے جسم پر بھاری اور موٹا لباس نہ ہوتا تو وہ شدید زخمی ہو چکا ہوتا اس نے رومال... چہرے پر پھر کئی خراشیں صاف کیں اور سسکا رہی بیکر رہ گیا۔

خراشوں میں سے ٹیسس اٹھ رہی تھیں اور لگ رہا تھا جیسے چہرے پر کسی نے آگ لگا دی ہو۔ چند لمبے وہ ٹھٹھارے پھر وہ آگے بڑھنے لگا۔ اسکیتر اس کے پیروں سے نکل کر گر چکے تھے۔

دس منٹ کی جدوجہد کے بعد اس نے اسکیتر تلاش کر کے پہنچے، اسٹیک سینچالی اور آگے بڑھنے لگا کتا اس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ کاربائیں اس نے کندھے سے لٹکائی تھی دو برہن اب بچی گلے میں لٹک رہی تھی۔ اس نے دو برہن آنکھوں سے لٹکائی تھی کتا ایک ہلکے سے دھماکے کی آواز سنائی دی۔

بے اختیار اس نے دو برہن کا رخ اسی سمت کر دیا جس طرف اس نے ریچھوں کے حملے سے پہلے فائرنگ ہوتے دیکھی تھی۔ آگ کا ایک گولا سا برہن کی زمین کی طرف جا رہا تھا پھر دوسرا گولا ہوا اور دوسرا گولا برہن کی زمین پر گر گیا۔

اس نے نیچے سے ہی شعلے بھڑکتے دیکھے تھے۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہر گئے ان دو دھماکوں کا مطلب یہ تھا کہ دو کا پٹر تباہ ہو گئے تھے۔ اس

نے رفتار بڑھا دی، وہ اندر چلا پھیلنے سے قبل ان تک پہنچ جانا چاہتا تھا۔ اسے پہلے بھی یقین تھا اور اب پوری طرح تصدیق ہو گئی تھی کہ پرہودا اور اس کے ساتھی نہ صرف یہ کہ خطرناک ہتھیاروں سے لیس تھے بلکہ وہ ان سے خوفزدہ بھی نہیں تھے۔ اور اسی لئے وہ اس سمت سفر کر رہے تھے جس طرف انھوں نے برف گاڑیاں چھوڑی تھیں۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی یہ سوچ کر کہ جب وہ ہزار فٹوں کے بعد گاڑیوں تک پہنچیں گے تو ان کو کتنی مایوسی ہوگی جب یہ انکشاف ہوگا کہ گاڑیوں میں پٹرول نہیں ہے اور وہ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ان کی حالت دیدنی ہوگی۔ اور وہی موقع ہوگا جب ان پر چاروں طرف سے یلغار کر کے ان پر قابو پایا جاتے۔ وہ سوچتا رہا۔ اور چلتا رہا۔

فاترنگ اب نہیں ہو رہی تھی کیونکہ اس نے بہت دیر سے کوئی آواز نہیں سنی تھی اور دوہین سے صرف اتنا ہی دیکھ پایا تھا کہ بقیہ دو گاڑیاں کافی بلندی پر پرواز کر رہے ہیں۔

وہ اب حملہ نہیں کر رہے تھے شاید دو گاڑیوں کی تباہی نے ان کو یا تو خوفزدہ کر دیا تھا یا پھر وہ غماظ ہو گئے تھے اور اب کاربائین کی زد سے بہت دور فضائیں پرواز کر رہے تھے۔ مگر کیوں؟ وہ فضائیں کیوں تھے؟ کیا ان کو کسی کا انتظار ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کا پٹرول کے پائیلٹوں نے پرہودا اور اس کے ساتھیوں کی موجودگی کی خبر مارشل کے کمانڈر مارٹن کو کر دی ہو اور اب وہاں سے اس کے منتظر ہوں؟ مگر اس کا جواب اس کے پاس نہیں تھا۔

وہ جب اس جگہ پہنچا جہاں تباہ شدہ گاڑیوں کے ٹکڑے اور اس کا ڈھانچہ

سنگ رہا تھا وہاں کوئی نہیں تھا۔

ایک طرف کچھ رکھپور کی لاشیں چلتے ہوئے گاڑی کی روشنی میں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے سر اٹھایا اور چونک پڑا۔ دونوں گاڑیوں پر اس سے کافی دور فضائیں پرواز کر رہے تھے۔ اور اب وہ وہیں رہے تھے جہاں سات ہو گئے تھے۔

”ہو نہ۔ تو وہ آگے روانہ ہو چکے ہیں۔؟ وہی خود سے بڑبڑایا۔ پھر اس نے جیب سے ایک ٹرانک مارتھ نکالی اور وہاں کا جائزہ لینے لگا۔ دس منٹ کی جلد و جہد کے بعد وہ یہی معلوم کر سکا کہ وہاں ایک سے زیادہ افراد تھے اور دونوں میں سخت ترین مقابلہ ہوا ہے۔

کارٹوسوں کے خول جگہ جگہ بکھرے ہوئے تھے اس نے مارتھ بجا دی اور اسی سمت بڑھنے لگا جس طرف اس نے کئی آدمیوں کے آگے جانے کے نشانات دیکھے تھے۔

وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے سٹی بیجی کرکٹ کو اشارہ کیا اور اپنی رفتار بڑھانے لگا۔ کتنا اس سے آگے دوڑ رہا تھا۔ تاریکی اب گہری ہونے لگی تھی اور قریب کی چیز بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے ایک جگہ رک کر دور آسمان پر پرواز کرنے والے گاڑیوں کو دیکھا۔

وہ اب بھی اتنی ہی دور لگ رہے تھے جتنی دور تباہ شدہ گاڑیوں کی جگہ سے نظر آتے تھے۔ گویا وہ بھی ساتھ ساتھ پرواز کر رہے تھے اس کا مطلب یہ تھا کہ پرہودا اور اس کے ساتھیوں کی رفتار خاصی تیز تھی اور ان کو برفانی دلدل یا نرم برف کا خوف نہیں تھا۔

چمک رہی تھی۔

ٹارچ کی روشنی میں اس نے اسکیئر کا جائزہ لیا۔ وہ کہیں سے بھی نہیں ٹوٹے تھے اس پر اسے حیرت تھی۔ اگرچہ یہی طرح جائزہ لینے پر اس کی ہیرت دور ہو گئی کیونکہ اس نے اسکیئر کی سادگی دیکھ لی تھی۔ لکڑی کے ساتھ ہی اس میں اسٹیل کی پیلٹیں بھی استعمال کی گئی تھیں اور یہی وجہ تھی کہ اسکیئر صحت سلامت تھے۔

سفر ایک مرتبہ پھر شروع ہو گیا۔ زخمی کتا اس کے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا۔ وہ واقعی وفادار اور نڈر ثابت ہوا تھا اور نہ ریمپوں کا گر وہ دیکھ کر تو ایک دوڑتے بھاگ لیتے تھے۔ جلد ہی وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں کاپٹروں کے ٹکڑے پڑے دھک رہے تھے۔ بعض سے ابھی تک بھاپ نکل رہی تھی اور کتا اٹھ رہا تھا اور بعض ٹکڑے بچے تھے لیکن کاپٹروں کا اصل ڈھانچہ اب بھی سلگ رہا تھا اور اس سے شعلے بلند ہو رہے تھے۔

وہ ایک ایک چیز کا جائزہ لیتے لگا۔ یہاں اسے متعدد لاشیں ریمپوں کی بجلی تھیں جن میں سے کئی گولیوں سے مرے تھے اور کچھ کسی تیز رفتار چیز سے زخمی ہو کر مرے تھے ان کے چہرے ہوتے ہیٹوں کے پاس ہی جسم سے نکلی ہوئی لاشیں بھی پڑی تھیں۔ وہ ایک ایک چیز کو دیکھتا رہا اور اس کا خون کھولتا رہا۔

پھر جس وقت ایک کاپٹر اس نے جلے ہوئے تین افراد کے کوئلے کی طرح سیاہیم دیکھی تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

”میں تم کو دنیا کے آخری سرے پر بھی نہیں چھوڑوں گا کٹپن پر یو۔“ وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں مٹھ کر جوش جذبات سے بڑبڑایا مگر وہاں اس کی بات سننے والا کون تھا۔ اسے ایک گھنٹہ وہاں لگ گیا اور اس ایک گھنٹے میں اسے صرف اتنا فائدہ ہوا کہ ایک چوڑا

وہ چاند رہا۔ کبھی کبھی وہ طاری بھی روشن کر لیا کرتا تھا تاکہ آگے جانے والوں کے نشانات دیکھ سکے۔ نشانات سیدھے ہی جا رہے تھے۔ اور دور بہت دور کافی فاصلے پر وہ جگنو کی سی چمک دیکھ سکتا تھا۔ یہ جگنو تھوڑے سے تھوڑے وقفے کے بعد چمک رہے تھے۔ شاید آگے جانے والے بھی ٹارچ روشن کر کے راستہ دیکھ رہے تھے۔ اس نے ممکن حد تک رفتار تیز کر دی، پہلے خیال ہوا تھا کہ ٹرینٹر پر کاپٹروں کے پائپٹوں میں سے کسی سے رابطہ قائم کر کے اپنے پاس ہلائے اور اس میں بیٹھ کر پر یو اور اس کے ساتھیوں سے آگے اتر جائے مگر پھر یہ مناسب نہیں معلوم ہوا اور وہ اپنے خیال سے باز رہ گیا۔ کیونکہ وہ سوچ رہا تھا کہ بھوسکتا ہے وہ اس کی بات پر اعتماد نہ کریں اور فائرنگ شروع کر دیں۔ ہاں کو کیا پتہ کہ اس وقت دشمن کے ساتھ جان کا ایک سائی بھی وہاں موجود ہے۔ یقینی بات نہیں تھی کہ مائر خود شید کا دیچ نے اس کے ہاتھ میں خبر دے کر دیا ہوگا۔ اگر ایسا ہوتا تو کاپٹروں کے پائپٹ اسے ضرور تلاش کرتے۔

ایک ہی جگہ جھپٹنے کی صورت میں پرواز نہ کرتے۔ خیالات کی رو میں وہ راستے کا خیال دور کھسکا نتیجے میں اسکیئر کسی چیز سے ٹکرائے۔ وہ وہاں سے منہ کر۔ مگر گڑگڑاہٹ وہ تو لڑکھنیاں کھا رہا تھا۔ یہ ایک ڈھلوان تھی۔ بیس باتیں مٹیر لڑھکنے کے بعد وہ رک گیا۔ چند لمبے ساکت پر رہا پھر اٹھا۔ اسکیئر اب بھی اس کے پیروں میں تھے۔ کیونکہ اس نے دوبارہ اسکیئر پہنستے وقت ان کے جسم کے ٹخنے سے اوپر بھی کسے تھے۔ کاربارین ایک بار پھر اس سے جلد ہو گئی تھی۔ اور ٹارچ بھی اس کے پاس نہیں تھی۔ مگر چونکہ وہ روشن تھی اس لئے وہ اسے تلاش کر سکتا تھا۔

وہ بیٹھے ہی بیٹھے طاری کی طرف کھسکا جو اس سے دو میٹر کے فاصلے پر

رومال اسے ملا۔

شاید پرمودہ کسی ساتھی کا رومال تھا کیونکہ وہ کافی میلان تھا اور اس میں سے پسینے کی بو مل رہی تھی یہ رومال اس کے کام آسکتا تھا۔ اس کے ساتھ جو کتا تھا وہ صرف اشارے سے پر ہی بغیر کسی بو کی مدد سے انسان کو اس برفانی جہنم میں تلاش کر سکتا تھا مگر اب رومال مل جانے کی وجہ سے یہ آسانی بہر حال ہو جاتی کہ کتا بھٹکنے کی بجائے مخصوص راہ پر اس رومال کی بو کی مدد سے اسے لیکر روانہ ہو جاتا۔

یہی سوچ کر اس نے رومال اٹھالیا اور اسے حیب میں ڈال لیا اس پاس بھڑکتے ہوئے شعلوں کی روشنی تھی ورنہ دور تک جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی سوائے اندھیرے کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

وہ ایک مرتبہ پھر روانہ ہو گیا۔ اس ایک گھنٹے میں نہ جانے پرمودہ اور اس کے ساتھی کہاں کے کہاں نکل گئے ہوں گے، وہ سوچ رہا تھا۔ پھر اچانک ہی جب وہ ایک گھاٹی میں پہنچا تو اسے ایک گڑھے سے نکل کر اوپر آیا تو چونک پڑا۔ وہ جس جگہ کھڑا تھا اس سے آگے برفانی زمین ڈھلوان تھی۔

اور کافی دور جگہ جگہ روشنی کی چمکا چوند ہو رہی تھی اور اس کے حساس کان پہنچے دھماکوں کی آوازیں سن رہے تھے۔ تو کیا پرمودہ اور اس کے ساتھیوں کو پھر گھر لیا گیا ہے؟ اس نے سوچا۔

یقیناً یہی بات تھی ورنہ جگہ جگہ بڑیر شیل سے دھماکے نہ ہو رہے ہوتے۔ شاید وہ ان کی روشنی میں پرمودہ اور اس کے ساتھیوں کو نہ لگا ہوں سے اچھل نہ ہونے دینا چاہتے تھے۔ اسے اب افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے کامیابی کی مدد کیوں نہ لی۔ اس وقت وہ اتنے

فاصلے پر تھا کہ کسی بھی صورت میں نصف گھنٹے سے قبل ٹر سیر شیل سے روشن ہونے والی جگہ جس پہنچ سکتا تھا۔

اس نے ایک اس سے بھی زیادہ اونچائی والے ٹیلے پر بیٹھ کر کتے کو اپنے قریب کیا اور دو بین گلس سے اتاری مگر دور بین سے بھی وہ اس سے زیادہ نہیں دیکھ سکا کہ ٹر سیر شیل کی روشنی میں برف چاندی کی طرح دوڑتک دمک رہی ہے اسے کوئی جاندار نظر نہیں آیا تھا حکم سے فاصلہ زیادہ رہا ہو کہ دور بین کے شیشے کسی جاندار کو اجاگر نہ کر سکے ہوں۔ یا پھر درحقیقت وہاں کوئی موجود نہ ہو۔

گھریبات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ اگر کوئی موجود نہ ہو تو ان کا پیڑوں سے ٹر سیر شیل پھینکے جاتے۔ پھر وہاں کیا تھا۔

اصل حقیقت وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو سکتی تھی وہ ایک ٹھنڈا سائنس پر مبنی کھنڈر ہوا۔ پیچھے رہنے سے وہ برف بتا جا رہا تھا۔

صنم راز داں
مننا ناز کا دوست ہمارا ناول
آنچل کی دیوار

افسوس کی کھائی چھپائی، دیدہ زیب سرورق، بہت جلد شائع ہو رہے ہیں

کے بہت قریب تھا۔

”پر وہ مدت کرو۔“ پرود نے کہا۔

”وہ اندھیرے میں ہم کو نہیں دیکھ سکیں گے سر۔“ کاملان نے چلا کر پرود سے کہا۔
وہ کوشش کر رہا تھا کہ پرود کے قریب پہنچ جائے۔

اس خیال میں مدت رہنا۔ پرود نے ٹیلے کے گرد دھرتے ہوئے کہا اس نے ایک
پن ٹارچ روشن کی ہوئی تھی اور اسی کی روشنی میں وہ آگے بڑھ رہے تھے حالانکہ کاملان بند
اور زوردار نے اس کی مخالفت کی تھی۔

ان کا کہنا تھا کہ ٹارچ کی روشنی کا پٹروں کے لئے بہترین رہنما ثابت ہوگی اور وہ
آسانی سے ٹیلوں دور سے روشنی کو دیکھ کر تواقت کر رہے ہوں گے۔ مگر پرود مسکراتے ہوئے
ہو گیا تھا اور ٹارچ بدستور روشن رہنے دی تھی۔ اب وہ ان کو ٹیلے کے گرد بھیجے۔
کہہ رہا تھا اور ٹارچ اس نے بھجادی تھی۔ وہ ایک ایک کر کے ٹیلے کی آڑ میں جمع ہو گئے۔
”اس طرح ہم ان کا آسان ٹارچ بن جائیں گے۔“ کاملان نے کہا۔

”میں بھی یہی کہنے والا تھا۔“ سعید نے کہا۔ ”وہ دیکھ چکے ہوں گے۔“ ارباب کی روشنی
اس ٹیلے کے پاس آکر بھیجی ہے۔“

”پرود مدت کرو۔“ پرود نے پھر وہی جملہ کہا جو پہلے کہا تھا۔ ”اب تم لوگ یہاں
آرام سے بیٹھ رہو مگر درندوں سے ہوشیار رہنا۔“

”اور آپ؟“

”میں ان کو ایک دوسری راہ پر لگا کر آؤں گا۔“

”تاریکی میں آپ ٹھسک بھی سکتے ہیں۔“ کاملان نے کہا۔

ادب آؤ۔ اس طرف ہم اپنا بچاؤ کر سکیں گے۔ پرود نے ایک مدت جڑھتے ہوئے اپنے
ساتھیوں کو بھیج کر مطلع کیا۔ اس کی لگا ہی اپنے عقب میں آئیوں لے، ان کا پڑوں پر جمی ہوئی تھیں
جو بعد میں آئے تھے ان کی تعداد آٹھ تھی دو پہلے کے تھے اس طرح کل دس کا پٹران کے تعاقب
میں تھے۔

پرود دھیرے رہا تھا کاملان کی موجودگی میں کبھی بھی اس بر فانی جہنم سے نہیں نکل سکیں
گے ان میں سب سے زیادہ پتلی حالت پر وفسیر ڈگلس شوخوف اور پر وفسیر سراجہ کی تھی
وہ نہ تو اس ماحول کے عادی تھے اور نہ ہی اتنی ٹھنڈک کے۔ اگر پرود کے پاس ٹھنڈے سے
بچو کی گولیوں کی ایک بڑی تعداد نہ ہوتی تو اب تک وہ سب ہی اس بر فانی جہنم میں اکڑی ہوئے
لاشوں کی شکل اختیار کر چکے ہوتے۔

”اس ٹیلے کے پاس بھی وہ ہم کو تلاش کر سکیں گے۔ زور نہ کرنا۔ وہ اس وقت پرود

”میں اب ان راہوں سے واقف ہوتا جا رہا ہوں۔“ پریمود نے اعتماد سے کہا۔ ”اب یہ پرانی زمین مجھے بھٹکا نہیں سکے گی۔“

”یہ کہہ مانیں تو ایک بات کہوں۔ ہم زور نہ لے گا۔“

”کہو۔“ پریمود نے کہا۔ ”اگر قابل عمل ہوئی تو ضرور مانوں گا۔“

”میرا تجربہ رہے کہ ایسے علاقے میں لوگ دن کی روشنی میں بھی بھٹک جاتے ہیں چہ جائیکہ اس وقت رات کی تاریکی ہے۔“

”یہ تاریکی مجھے بھٹکا نہیں سکے گی۔“ پریمود نے کہا۔ اس کے لمحے میں ایک عزم تھا۔

اعتماد تھا۔ چند منٹ بعد تم مجھے اپنے درمیان پاؤ گے۔“

”خدا آپ کی حفاظت اور رہنمائی کرے۔“ کاہلن نے کہا اور پریمودان کو ہوشیار رہنے کی تلقین کر کے روانہ ہو گیا۔

کچھ دور نکل آئیکے بعد اس نے ٹارچ روشن کر کے اپنے جسم کی آرمیں کمپاس کی سوتیلیں کو دیکھ کر سمت زمین نشیں کی اور ٹارچ بجھا کر روانہ ہو گیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ دو تین فرلانگ کا فاصلہ طے کر چکا ہے تو اس نے ٹارچ روشن کر لی اور طرک کا پتہ پل کی طرف دیکھا۔

وہ اس وقت ٹھیک اس جگہ تھے جہاں اس نے ٹارچ بجھائی تھی اور اس وقت وہ اس کے ساتھ چھپے ہوئے تھے۔ وہ فضا میں حلق تھے۔ اور شاید کسی کاروائی پر غور کر رہے تھے۔

جیسے ہی پریمود نے ٹارچ روشن کیا کا پتہ بدل گیا اور وہ اسی طرف گئے۔ پریمود نے ٹارچ کا بٹن پورا دبا دیا اور اس کو سامنے کی سمت کر دیا۔ ایک ٹارک

ٹارچ کی روشنی کا ایک سیلاب سائل کل کر دوڑ تک ایک دھار سے کی شکل میں بہتا چلا گیا۔ سفید برقانی زمین چاندی کی طرح چمکنے لگی۔

ایک ہی لمحے میں پریمود نے دوڑ تک کا راستہ دیکھ لیا اور ٹرن سے انگلی ہٹائی فوراً ہی سمت تاریکی چھائی پریمود کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی بنیادی زائل ہو گئی ہو۔ وہ کسی چیز کو بھی دیکھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔

اس کی آنکھوں کے سامنے سفید سفید دائرے ناپچ رہے تھے۔ سفید دھند کا پر وہ سا آنکھوں کے سامنے آ پڑتا تھا مگر وہ رکا نہیں اسی سمت میں تیرا چلا گیا جو اس نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھی تھی۔

رفتہ رفتہ اس کی آنکھوں سے پر وہ ہٹنے لگا اور وہ پھر تاریکی میں دیکھنے کے قابل ہو گیا۔ اس نے ٹارچ پھر روشن کی اور چند لمحے بعد پھر خود بج کر گیا۔ کا پتہ گر جیتے ہوئے اس کے سر پر سے گزر گئے۔ وہ واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ اندازاً اس نے نصف میل سے زیادہ فاصلہ طے کر لیا تھا۔

اب وہ ٹری تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا جبکہ اس کے پیچھے تعاقب کر نیوالے کا پٹر دور ہوتے جا رہے تھے۔

اس کے منصوبے کے مطابق کا پٹر ایک غلط راہ پر چل پڑے تھے۔ اور اب وہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ برق رفتاری سے سفر کرتا ہوا وہ اپنے ساتھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ایک دو جگہ رک کر اس نے جسم کی آر کر کے کمپاس کو پھر ٹارچ کی روشنی میں دیکھ کر اس بات کا اطمینان کیا تھا کہ وہ صحیح جا رہا ہے۔ صحیح سمت میں چلتے ہوئے اس کا ذہن اسی

ادھیڑ میں رنگا ہوا تھا کہ وہ کس طرح سے اس بر فانی جہنم سے نکل سکتا ہے؟ وہ مشن میں کامیاب ہونیکے باوجود ناکام تھا۔

جیت تک پروفیسر ساجد اور ڈنگلس شوخوف بدگارتہ نہ پہنچ جاتیں وہ اپنے مشن کو کامیاب قرار نہیں دے سکتا تھا اور سردست اس بر فانی جہنم سے نکلنے کا اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا نہ ہی کوئی ذریعہ اسے نظر آ رہا تھا۔

مگر وہ خدا کی ذات سے پرامید تھا کہ جلد ہی کوئی نہ کوئی ایسا ذریعہ نکل آئیگا کہ وہ اس جہنم سے نکل جائیں۔

یہ بھی خدا کی مدد ہی تھی کہ وہ ابھی تک دشمن کے ہاتھوں قیدی بننے سے بچے ہوئے تھے جانے کیوں بارہ سو فوجیوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ ان کے گرد گھیرا تنگ نہیں کر سکتے تھے۔ وہ سوچتا رہا اور وقت کا پیچھے پر لگا کر اڑتا رہا۔

پھر وہ اندازے ہی سے اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ کر رکھا اور اس نے اپنے حلق سے کسی جھیر پٹے کی سی تیر آواز نکالی۔

جواباً اسے قریب ہی سے دو سیڑی آواز سنائی دی۔ اور وہ ہولے سے پکارا۔

”کاملن۔ سعید۔؟“

”جی ہاں چلے آئیے۔“ کاملن کی آواز آئی۔

”شکرم ہے آپ بحریہ آگئے۔“ یہ آواز سعید کی تھی۔

”تو کیا تمہیں میرے آنے کی امید نہیں تھی؟“ پرمود نے پوچھا ابھرتی ہوئی

تھا۔ جواباً وہ بھی ہنس پڑے۔

”بسچ پوچھتے تو مجھے امید کم ہی تھی کہ آپ ٹھیکے بغیر واپس آجائیں گے۔“ سعید نے اپنے دل میں انیوالے خیال کا اظہار کر دیا۔

”میرا حال اعتماد اچھی چیز ہے۔“ پرمود نے کہا۔ ”میں اپنے اعتماد پر ہی گیا تھا اور اب تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔“

”اب وہ لوگ اندھیرے میں ہمیں تلاش کرتے پھر رہ گئے۔“ نرود نے کہا۔
”اندھیر خنڈ منٹ کا ہو گا۔“ پرمود نے کہا۔ ”اگر چند منٹ تک ان کو روشنی نظر نہیں آتی تو میرے خیال میں وہ ٹرے سیرشیل استعمال کریں گے تاکہ ان کی روشنی میں ہمیں تلاش کر سکیں۔“

”مگر وہ ایسا کب تک کرتے رہیں گے؟“

”سورج کی روشنی پھیلنے تک۔“ پرمود نے کہا۔ ”اس بار سورج کی روشنی ہمارے لئے کوئی اچھی خبر سیکر نہیں آئے گی۔“

”آپ کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ سورج کی روشنی ابھرتے ہی ہم پر حملہ کر دیں گے؟“
”یہ ہی سمجھ لو۔“ پرمود نے کہا۔ ”وہ پہلے ہمارے گرد گھیر ڈالیں گے اور پھر خارش

چوبیسوں کی طرح گھیر کر کھڑکیں گے۔“

”کیا ہم اس تاریکی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہم سعید نے پوچھا۔

”فائدہ اٹھانیکے لئے ہی میں نے ان سے بچھا چھڑایا ہے۔“

”اب کیا پروگرام ہے۔“

”ہمارا اصل راستہ اب باتیں سمت ہے۔ اگر ہم دو میل تک باتیں سمت چل کر دو با

اپنی سمت تبدیل کر لیں اور سفر جاری رکھیں تو کاپیٹروں کے خطرے سے دوچار ہونے

ہی گاڑیوں تک پہنچ جاتیں گے۔

”کیا ہمیں چل دینا چاہیے سر؟“ کاہلن نے پوچھا۔

”بالکل۔ ایک لمحہ صبر کر نیکی لیتے نہیں ہے۔“ پرمود نے کہا اور وہ لوگ اٹھ کھڑے

ہوئے دوبارہ سے ان لوگوں نے اس کیمرہ باندھے جنہوں نے آبادیتے تھے۔

”روشنی کوئی نہیں کہے گا۔“ پرمود نے کہا۔ ”اور پہلے کی طرح سب ڈوری اپنی کمر

سے باندھ لیں۔“

”ٹھیک خیال ہے سر۔“ کاہلن نے کہا اور ان لوگوں نے اپنی کمر سے پہلے کی طرح

ڈوری باندھ لی اور زنجیر کی طرح وہ ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے۔ پھر وہ روانہ ہو گئے

ترتیب وہی پہلے دلی تھی۔

سب سے آگے پرمود ہی تھا۔ ایک نظر اس نے دور بہت دور نظر آئی والے کا پیرو

پر ڈالی پھر آگے بڑھنے لگا۔ یہ راستہ ان کا دیکھا بھالا نہیں تھا۔ لہذا پرمود سوچ رہا تھا کہ کہیں

وہ کسی حادثے سے دوچار نہ ہو جائیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ وہ نہ تو تاریح روشن کر سکتے تھے

اور نہ ہی یہاں رک کر روشنی ہونے کا انتظار کر سکتے تھے۔

دونوں صورتوں میں خطرہ تھا۔ لہذا اس نے اندر دیکھا خطرہ مول لینے کا فیصلہ

کیا تھا۔

پھر اس نے محدود دائرے والی پنٹارچ روشن کر نیکی باسے میں سوچا ہی تھا

کہ ایسا محسوس ہو جیسے کہیں تڑانہ ہوا ہے۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے ان کے قدموں کے نیچے کی برف دھستی چلی گئی

اور وہ ایک کسے بعد ایک نیچے گرتے چلے گئے۔ نیچے اور نیچے۔ وہ بڑی تیزی

سے برف سے ٹکراتے ہوئے نیچے گر رہے تھے۔

دو قنارہ پرمود کا سر کی چیز سے ٹکرایا اور ذہن تاریک ہوتا چلا گیا۔ ڈوریتے ہوئے

ذہن میں ایک ہی لفظ تھا۔ موت۔ موت۔ موت۔ موت۔ موت۔ موت۔ موت۔ موت۔

ختم شد

اس کے بعد پڑھتے

سرد جنگ

شائع ہو گیا ہے

ایس قریشی کی عمرانی سیریز

نیلانشاں روڈ ٹوڈیٹھ

قیمت نو روپے کچھ پیسے فی ناول، آفسٹ کی لکھائی چھپائی، دیدہ زیب ہفت رنگ سرورق

محدود شٹاک ہے آج ہی طلب فرمائیے